تین
اہم رسائل
کا مجموعہ

پردہ کے
شرعی احکام

یعنی

ثبات الستور لذوات الخدور
القول الصواب فی تحقیق مسئلۃ الحجاب
القاء السکینۃ فی تحقیق ابداء الزینۃ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۲۸۰-۱۳۶۲ھ | ۱۸۶۳-۱۹۴۳ء

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
KHANQAH IMDADIA ASHRFIA

نام کتاب : پردہ کے شرعی احکام

مؤلف : حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ

قیمت برائے قارئین : فہرست کتب ملاحظہ فرمائیں

سن اشاعت : محرم الحرام ۱۴۴۲ھ

ناشر : حکیم الامت اکیڈمی (بیت اشرف)
تھانہ بھون، ضلع شاملی، یوپی، انڈیا

زیر انتظام : مولانا اشرف علی تھانوی فاؤنڈیشن ٹرسٹ
محلہ گھیر، عید گاہ روڈ، تھانہ بھون، شاملی

رابطہ : سید حذیفہ نجم تھانوی
+91-9568780000, 9675780000

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون

کتب خانہ امداد الغرباء، محلہ مفتی، سہارنپور

مکتبہ مدنیہ، سفید مسجد، دیوبند

پیشِ لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ.

امابعد! یہ مجموعہ جو اس وقت آپ کے سامنے پیشِ خدمت ہے، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے تین اہم رسائل پر مشتمل ہے، ان رسائل میں پردہ کے شرعی احکام سے متعلق کافی مواد جمع کردیا گیا ہے۔

۱۔ پہلے رسالہ کا نام ''ثبات السّتور لذوات الخُدُور'' ہے۔ اس میں عورتوں کے مروّجہ پردہ سے متعلق چند ضروری مسائل پر شریعت کا حکم واضح کیا گیا ہے، اسی ضمن میں ان علمی شبہات کا بھی ازالہ ہوگیا ہے جو اکثر حضرات کو پیش آتے ہیں۔

۲۔ دوسرے رسالہ کا نام ''القول الصواب في تحقيق مسألة الحجاب'' ہے اس میں قرآن حکیم کی آیات اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پردے کا حکم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں پردے کی صورت، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لباس اور حجاب کی کیفیت اور موجودہ دَور میں پردے کا شرعی دلائل کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ تیسرے رسالہ کا نام ''إلقاء السَّكينة في تحقيق إبداء الزينة'' ہے۔ جس میں حضرت قدس سرّہٗ العزیز نے آیتِ حجاب پر ایک علمی اشکال کا مفصّل جواب تحریر فرمایا ہے۔ اس رسالے کی مشکل علمی زبان کے پیشِ نظر حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی رحمہ اللہ نے تسہیل فرمائی جو حاشیہ پر درج ہے۔

امید ہے کہ اہلِ علم اور عامۃ المسلمین کماحقہٗ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

تمہید

جناب ایڈیٹر صاحب ''الانصار'' دیوبند نے عورتوں کے پردۂ مروّجہ کے متعلق ایک سوال حضرت حکیم الامت تھانوی دام ظلہم کی خدمت میں بھیجا تھا تاکہ اس کے متعلق شریعت کا حکم معلوم کیا جاوے۔ چناں چہ حضرت نے اس کا جواب نہایت جامع و مدلل تحریر فرما کر ارسال فرما دیا تھا جو ''الانصار'' مورخہ ۲۴ جون ۲۸ء میں شایع بھی ہو چکا ہے۔ اُس جواب کو دیکھ کر بعض خیر خواہانِ دین کی خواہش ہوئی کہ اس کی تسہیل شرح سے ہو جائے تو بہتر ہے، کیوں کہ عام طور پر دین اور علومِ دین سے اس قدر بے تعلقی ہوگئی ہے کہ مضامینِ دینیہ کا سمجھنا لوگوں پر بہت ہی مشکل ہو گیا ہے۔ چناں چہ حضرت نے اس کو منظور فرمایا اور برادرِ مکرم مولوی ظفر احمد صاحب کو تسہیل کا امر فرمایا۔ چناں چہ برادر ممدوح نے نہایت خوبی کے ساتھ اس جواب کی تسہیل فرما دی اور اصل جواب میں بھی حضرت نے جا بجا اضافۂ ضروری فرمایا، اور اس کے ساتھ ایک تتمہ ایک ضمیمہ بھی ملحق فرمایا اور اصل جواب کا نام ''ثُبَاتُ السُّتُوْرِ لِذَوَاتِ الْخُدُوْرِ'' رکھا اور اس کی تسہیل کا نام ''القول الميسور في تسهيل ثبات السُّتُوْر'' تجویز فرمایا۔

اب علی الترتیب اول ایڈیٹر صاحب ''الانصار'' کا سوال اور پھر بطور متن کے اصل جواب اور اس کے نیچے بطور شرح کے اس کی شرح نقل کی جاتی ہے جس سے امید ہے کہ طالبِ حق کی تو تسلّی ہو جاوے گی، ہاں جو لوگ ایک رائے قائم کر چکے ہیں اور دین سے بے تعلقی اختیار کر چکے ہیں اور حیا و شرم کو بالائے طاق رکھ چکے ہیں ان کے لیے ایسے ایسے ہزاروں رسالے بھی کافی نہیں ہو سکتے۔

امید ہے کہ اس پوری تحریر کو نظرِ انصاف سے ملاحظہ فرمائیں گے اور پردہ جو مستورات کے لیے مایہ ناز اور محافظِ عصمت ہے اس میں کمی فرما کر خسر الدنيا والآخرة کا مصداق نہ بنیں گے۔

والسلام

احقر مدیر

رسالہ ''ثُباتُ السُّتُور لِذَوَاتِ الْخُدُوْرِ''

مشتمل بر اصل سوال و جواب

سوال: حضرت مولانا دام ظلکم العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ! مزاجِ اقدس۔ چند سوالات بھیجتا ہوں امید ہے کہ جناب ان کے جوابات سے مشرف فرمائیں گے۔

۱۔ پنجاب میں شریف عورتیں بلا استثنا برقعہ اوڑھ کر پیدل یا تانگہ میں سوار ہو کر رشتہ داروں سے ملنے یا دوسری دینی و دنیاوی ضرورتوں سے بے تکلّف باہر جاتی ہیں، اسے وہاں کوئی معیوب نہیں سمجھتا، کیوں کہ وہاں پردہ کا مفہوم یہی ہے کہ عورت اپنا چہرہ، جسم اور زینت غیر محرموں سے مخفی رکھے۔ اور وہاں شُرَفا وارازِل میں مابہ الامتیاز چیز یہی ہے کہ ادنیٰ طبقہ کی عورتیں کھلے چہرے پھرتی ہیں، شریف خواتین برقعہ اوڑھ کر جاتی ہیں، غرض پردہ مروجہ شرفائے پنجاب شرعی پردہ کہلاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو ان کے پردے میں شرعی محذور وقباحت کیا ہے؟

۲۔ یہاں دیوبند میں دیکھا گیا ہے کہ شریف عورتیں نقاب وتستُّر کے ساتھ باہر نکلنا بھی معیوب خیال کرتی ہیں اور اس سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ کیا مسلمات ایسے ہی پردے کی مامور ہیں یا چہرہ اور جسم چھپا کر باہر نکلنے کی اجازت ہے؟

۳۔ اگر ہر جوان عورت کے لیے غیر محرموں سے چہرہ چھپانا واجب اور ضروری ہے تو گھر کی خادمائیں اور باندیاں جو زرخرید نہیں ہوتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں یا نہیں؟ بصورتِ اول استثنا کی شرعی دلیل کیا ہے؟ بصورتِ ثانی گھر کے مرد جواُن کے چہروں کی طرف بلاتکلّف دیکھتے اور ان سے ہم کلام ہوتے ہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

۴۔ بعض گھروں میں جوان یا بڈھے مرد کام کاج کے لیے نوکر رکھے جاتے ہیں، اگر کسی فتنہ کا خوف نہ ہو تو گھر کی مستورات کا اُن کے سامنے چہرہ کھولنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

۵۔ سیاہ فام بدصورت جوان عورت جس کے چہرہ کھولنے میں کسی فتنہ کا خوف نہیں اگر وہ چہرہ نہ چھپائے تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟

٦۔ کسی سلیم الفطرت، مامون عن الشہوۃ جوان آدمی کا کسی غیر محرم خوبصورت جوان عورت سے بلاضرورتِ شدید ہم کلام ہونا اور گفتگو کرتے ہوئے بلاشہوت اس کے چہرہ کی طرف دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بصورتِ ثانی عدمِ جواب کی دلیل کیا ہے؟ یہ بات پیش نہادِ خاطر اطہر رہے کہ بعض صحابیات کھلے چہرے کے ساتھ حضور سید العرب والعجم ﷺ کے سامنے حاضر ہوتی تھیں اور خاکسار کو اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ حضور ﷺ نے کبھی انھیں پردہ کا حکم دیا ہو۔

٧۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آیتِ حجاب صرف اُمّہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے لیے نازل ہوئی تھی، عامۃ المسلمات اس حکم میں داخل نہیں ہیں، کیا یہ خیال صحیح ہے؟

والسلام

خاکسار ابوالقاسم

٨/ جون

جواب منجانب حضرت حکیم الامت دام ظلهم العالي

اول ایک مقدمہ عرض کرتا ہوں پھر ہر ہر سوال کا جواب عرض کروں گا۔ مقدمہ یہ ہے کہ مسلمہ، حُرّہ، مراہقہ یا بالغہ، شابہ یا عجوز کے ستر عن غیر المحارم کے تین درجے ہیں:

اول: بجز وجہ و کفّین اور عند البعض بجز قدمین بھی تمام بدن کپڑے سے چھپانا اور یہ درجہ ادنیٰ ہے۔

ثانی: وجہ و کفّین و قدمین کو بھی برقع وغیرہ سے چھپانا اور یہ درجہ اوسط ہے۔

ثالث: پسِ دیوار یا پسِ پردہ آڑ میں رہنا اور یہ اعلیٰ درجہ ہے۔

اور یہ تینوں درجے نصوص میں مذکور اور شرعاً مامور بہ ہیں۔ چناں چہ آیت ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ وَفُسِّرَ بِالْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ اور حدیث: يَا أَسْمَاءُ! إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيضَ لَمْ تَصْلُحْ أَنْ يُرَى مِنْهَا إِلَّا هٰذَا وَهٰذَا. وَأَشَارَ إِلَى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ.[۱] میں اول درجہ کا ذکر ہے۔ اور آیت ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾[۲] اور حدیث: قَالَتِ امْرَأَةٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ. قَالَ: لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا.[۳] اور حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تُرْخِي (المرأة الإزار) شِبْرًا فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: إِذًا تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ؟ قَالَ: فَيُرْخِيْنَ ذِرَاعًا.[۴] میں دوسرے درجہ کا ذکر ہے۔[۵]

---

[۱] رواه أبو داود [۲] ولا يغرنك ما قاله بعض أهل التلبيس من التعارض بين الأحزاب والنور وتأخر الثاني عن الأول؛ لأن التعارض حيث لا يصح الجمع وإذ ليس فليس.

[۳] متفق عليه [۴] رواه أبو داود [۵] اسی باب میں یہ حدیث ہے جس کو ابوداود نے کتاب الجهاد باب فضل قتال الروم میں روایت کیا ہے: عَنْ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُقَالُ لَهَا: أُمُّ خَلَّادٍ وَهِيَ مُتَنَقِّبَةٌ تَسْأَلُ عَنِ ابْنِهَا وَهُوَ مَقْتُوْلٌ، فَقَالَ لَهَا بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ: جِئْتِ تَسْأَلِيْنَ عَنِ ابْنِكِ وَأَنْتِ مُتَنَقِّبَةٌ؟ فَقَالَتْ: إِنْ أُرْزَأْ ابْنِيْ فَلَنْ أُرْزَأَ حَيَائِيْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِبْنُكِ لَهٗ أَجْرُ شَهِيْدَيْنِ، قَالَتْ: وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لِأَنَّهٗ قَتَلَهٗ أَهْلُ الْكِتَابِ.)

اور آیت ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾[1] اور آیت ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾[2] اور آیت ﴿لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ﴾[3] اور حدیث قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ (لأم سلمة و ميمونة): اِحْتَجِبَا مِنْهُ (أي من ابن أم مكتوم) فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَلَيْسَ هُوَ أَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا؟ أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ؟[4] اور حدیث ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ: اِحْتَجِبِي مِنْهُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهٖ بِعُتْبَةَ. اور حدیث اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ.[5] میں تیسرے درجہ کا ذکر ہے۔ تو ان نصوص سے ان سب درجوں کا مامور بہ اور واجب ہونا ثابت ہوگیا۔ البتہ ان میں اتنا تفاوت ہے کہ درجہ اولیٰ کا وجوب لذاتہ ہے اور ثانیہ وثالثہ کا وجوب لغیرہٖ، مگر یہ تفاوت اشتراکِ وجوب کو مضر نہیں جیسا فرضِ علمی وفرضِ عملی میں درجہ کا تفاوت ہوتا ہے مگر نفسِ فرضیت دونوں میں مشترک ہے۔ اور چوں کہ درجۂ اولیٰ کا وجوب لذاتہ ہے کسی عارض کے سبب نہیں اس لیے اس کا حکم شواب وعجائز سب کے لیے عام ہے۔ یعنی بجز وجہ وکفّین کے کسی حصۂ بدن سر وغیرہ کا کشف اجنبی کے روبرو عجائز کو بھی جائز نہیں۔ اور درجہ ثانیہ وثالثہ کا وجوب چوں کہ لغیرہٖ ہے اس لیے یہ وجوب اس غیر کے ساتھ دائر ہوگا اور وہ غیر احتمالِ فتنہ ہے۔ يدل عليه قوله ﷺ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ. الحديث. وقوله تعالیٰ: ﴿فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾[6]۔ پس محل فتنہ میں تو ان دو درجوں کا وجوب ہوگا اور غیر محل فتنہ میں ان کا وجوب نہ ہوگا، اور اس محل فتنہ کی تعیین ہماری رائے پر نہیں رکھی گئی، بلکہ اس کا فیصلہ بھی خود ہی فرما دیا گیا۔

چناں چہ ارشاد ہے: ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ﴾[7] جس کا حاصل یہ ہے کہ جو عورتیں سنّ ایاس کو پہنچ گئی ہوں ان کو اظہارِ زینت کی تو اجازت نہیں جس کی تفسیر تمام بدن ہے۔ بجز وجہ وکفّین کے جیسا دوسری آیت میں ہے: ﴿لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ

---

[1] الأحزاب: ۳۳ [2] الأحزاب: ۵۳ [3] الطلاق: ۱ [4] رواه أحمد والترمذي وأبو داود
[5] رواه الترمذي [6] الأحزاب: ۳۲ [7] النور: ۶۰

﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾[1] لیکن اور ثیاب زائدہ جن سے منہ ہاتھ چھپایا جاتا ہے اگر اتار دیں تو گناہ نہیں، لیکن اگر یہ عجائز بھی ان درجوں پر عمل رکھیں تو مستحسن ان کے لیے بھی ہے، ﴿وَأَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ﴾ کا یہی مدلول ہے۔ اور اس آیت نے بتلا دیا کہ اس عارضی یعنی احتمال فتنہ کو صرف عجائز دردِ[2] بیس سے منفی قرار دیا گیا ہے، غیر عجائز یعنی شواب وکہول سے منفی نہیں ہے بلکہ ان میں وہ عارض ثابت ہے۔ اور جب شارع نے شواب وکہول میں احتمال فتنہ کے وجود کا حکم کردیا، اب کسی کو اپنی رائے سے اس کی نفی کرنے کا اختیار نہیں، لقوله تعالیٰ: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾[3] یہ تو ان درجوں میں تفاوت تھا باعتبار اشتراط وعدم اشتراط احتمال فتنہ کے، کہ درجہ اولیٰ میں احتمال فتنہ شرطِ وجوب نہیں اور درجہ ثانیہ وثالثہ میں شرطِ وجوب ہے۔ اور ایک تفاوت ان میں باعتبار تاثیر ضرورت کے ہے، یعنی نفس استثنا مواقع ضرورت تو سب میں مشترک ہے۔ حدیث بخاری اس کی دلیل ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: خَرَجَتْ سَوْدَةُ بَعْدَ مَا ضُرِبَ الْحِجَابُ لِحَاجَتِهَا إِلَى قَوْلِهَا فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِي فَقَالَ لِي عُمَرُ كَذَا وَكَذَا (يَعْنِي أَمَا وَاللّٰهِ مَا تَخْفِيْنَ عَلَيْنَا). فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ.[4]

مگر پھر باہم ان میں یہ تفاوت ہوگا کہ درجہ اول میں جس کا وجوب عام ہے شواب وکہول وعجائز کے لیے اشد ضرورت ہے استثنا ہوگا، مثل تداوی وغیرہ۔ یعنی بدوں ایسی ضرورت کے کشفِ بدن اجنبی کے روبرو نہ شواب وکہول کو جائز ہوگا نہ عجائز کو۔ اور درجہ ثانیہ میں جس کا وجوب خاص ہے شواب وکہول کے ساتھ شدید غیر اشد ضرورت میں بھی استثنا ہوجائے گا۔ یعنی اجنبی کے روبرو وجہ وکفّین کا کھولنا عجائز کو تو جائز ہوگا گو ترک مستحب ہوگا، کما ذکر۔ اور شواب وکہول کو بدوں ضرورتِ شدیدہ حرام ہوگا۔ فقہا کا یہ حکم اسی اصل پر ہے: وتمنع الشابة وجوبا عن كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة بل لخوف الفتنة. كذا في "الدر

---

[1] النور: ۳۱ [2] بڑھیا کھوسٹ [3] الأحزاب: ۳۶ [4] تفسير سورة الأحزاب

المختار" وغیرہ واللفظ للدر. اور ضرورت میں جائز ہوگا بشرطیکہ دوسرے موانع نہ پائے جائیں، مثل مس ونظر وخلوت کہ ان سب کی حرمت منصوص ہے۔ اور حدیث لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ إِلَيْهِ میں جو منظور الیہ پر لعنت آئی ہے وہ اسی صورت میں ہے جب بلاضرورت کشف وجہ وغیرہ ہو ورنہ منظور الیہ معذور ہے۔

اور وجہ ثالثہ میں ضرورت غیر شدیدہ میں بھی بشرطیکہ ضرورت کا درجہ باقی رہے (جس کی تفسیر یہ ہے کہ بدوں اس کے کوئی معتد بہ ضرر وحرج لاحق ہوجائے) استثنا ہوجائے گا۔ یعنی تمام بدن چھپا کر برقع کے ساتھ گھر سے نکلنا شواب وکہول کے لیے بدوں ایسی ضرورت کے تو ناجائز ہوگا اور ایسی ضرورت میں جائز ہوگا۔ اور دونوں درجوں یعنی درجہ ثانیہ وثالثہ کی رخصت میں چوں کہ احتمال فتنہ کا بھی ہے، گو ضرورت پر نظر کرکے اس کو موجبِ تنگی نہیں بنایا گیا مگر اس احتمال کا انسداد خاص احکام سے کردیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا گیا: إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يعني زانية اور مثلاً: ارشاد فرمایا: وَلٰكِنْ لِيَخْرُجْنَ وَهُنَّ تَفِلَاتٌ.[1]

پس خلاصہ ان سب احکام کا یہ ہوا کہ عجوزہ پر درجہ اولیٰ واجب اور ثانیہ وثالثہ مستحب اور ضرورتِ اشد میں اس درجہ واجبہ میں بھی اس کے لیے استثنا ثابت، اور شواب وکہول کے لیے بھی درجہ اولیٰ واجب اور اشد ضرورت کے مواقع کا استثنا بھی ثابت اور درجہ ثانیہ وثالثہ بھی واجب اور غیر اشد ضرورت کے مواقع کا استثنا بھی ثابت۔ یعنی اگر شدید درجہ کی ضرورت ہو تو وجہ اور کفین کا کشف بھی جائز مع انسداد احتمالِ مفاسد اور سر اور ساعد اور ساق کھولنا بھی حرام ہوگا اور زیب وزینت کرنا بھی حرام ہوگا۔ اور اگر شدید درجہ سے کم ضرورت ہو مگر ضرورت ہو محض خیالی مصلحت نہ ہو تو خروج عن البیت بھی جائز مگر مع تغطية الوجه والكفين ومع سد المفاسد یعنی وجہ وکفین کھولنا حرام ہوگا اور اسی طرح زینت کے کپڑے پہننا حرام ہوگا۔

والسرُّ في كون الضرورة في الدرجة الأولى أشد وفي الثانية شديدا وفي الثالثة مطلقة، كون الوجوب في الأول آكدًا وفي الثانية أكيدا وفي الثالثة

[1] أبو داود ۱/۹۱

مطلقاً، فلا بد من أن يكون المغير مبنيا للفاعل وهو العذر مماثلا في القوة للمغير مبنيا للمفعول وهو الوجوب وهذا ظاهر، فافهم.

اس مقام کے متعلق ایک ضروری تنبیہ بھی ہے، وہ یہ کہ احکام مذکورہ میں سے جن احکام کا مدار احتمالِ فتنہ کے وجود وعدم یا ضرورت کے وجود وعدم پر ہے، ان میں اختلاف احوال سے یا ایک ہی حال میں اختلافِ اجتہاد سے حکم شرعی مختلف ہوسکتا ہے اور یہ احکام درجہ ثانیہ و ثالثہ کے ہیں، کیوں کہ درجہ اولیٰ میں محل فتنہ بھی شرعاً متعیّن ہے اور ضرورتِ اشد بھی متعیّن، اس لیے اجتہاد کا اس میں دخل نہیں، مگر اس کا فیصلہ کرنے کا منصب کہ فتنہ یا ضرورت ہے یا نہیں، اُن ہی کو ہے جو فتویٰ کی اہلیت رکھتے ہیں۔ یعنی جو علم وفہم، تقویٰ واخلاص کی ساتھ متصف ہوں غیر اہل کا قول مسموع نہ ہوگا۔ خصوصاً جس میں ایک شرط بھی اہلیت کی بدرجہ ضعیف بھی نہ ہو اور اس کے مضاد تمام نقائص بدرجہ قوی موجود ہوں، جیسے آج کل کے ماحیان پردہ (جن کی یہ حالت ہے کہ محض انگریزی پڑھ کر یا قرآن کا ترجمہ دیکھ کر یا برائے نام کچھ عربی ادب کی کتابیں پڑھ کر اجتہاد کے مدعی ہوجاتے ہیں) سو وہ تو کس شمار میں ہیں، کما قال تعالیٰ: ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾[1] ثم كما قال الشيرازي رحمہ اللہ:

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری داند
نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند
ہزار نکتۂ باریک ترزمو ایں جاست
نہ ہرکہ سر بتر اشد قلندری داند

اور اس اختلافِ احکام کی حقیقت (جس کا ذکر ہو رہا ہے) احکام کا زمانہ کے تابع ہونا نہیں ہے جیسے بعض اہل زیغ کا زعم باطل ہے، بلکہ خاص خاص قید کے ساتھ دونوں حکم شرعی ہیں۔ سو وہ اختلاف درحقیقت اس قید کے وجود وعدم وجود میں ہے، جس نے کسی قید کو موجود پایا ایک حکم کردیا جس نے اس کو معدوم پایا دوسرا حکم کردیا۔ اور دونوں حکم شارع ہی کے ہیں

[1] الزمر: ۹

خوب سمجھ لو۔ اور یہی اصل مبنی ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں عورتوں کے ماذون بحضور مساجد و مصلی ہونے کا اور زمانۂ صحابہ میں ممنوع عن الحضور ہونے کا جس کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد میں ہے:

لَوْ أَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِيْ إِسْرَائِيلَ.[1]

اور جس کی پسندیدگی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں ہے:

صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِيْ بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ بَيْتِهَا.[2]

اور اس وقت کی ضرورتیں باقتضائے وقت قوی تھیں اور غلبۂ صلاح وخوفِ تعزیر سے فتنہ ضعیف تھا اور بعد میں عکس ہوگیا، جس میں تغیّر حالتِ نساء کو بھی دخل تھا۔ اور یہی معنی ہے فقہائے متاخرین کے اس فتویٰ کا جس میں بعض محارم کو مثل اجانب ٹھہرایا ہے:

وَيُكْرَهُ الْخَلْوَةُ بِالصِّهْرَةِ الشَّابَّةِ لِفَسَادِ الزَّمَانِ، جس کی اجازت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مفہوم ہوتی ہے: "اِحْتَجِبِيْ مِنْهُ يَا سَوْدَةُ" كما سبق، جس میں محرم شرعی سے احتیاطاً پردہ کا حکم دیا گیا۔

ويتأيد هذه الفتوى بما في "الترغيب" عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ.[3] ثم قال: وَمَعْنَى كَرَاهِيَةِ الدُّخُوْلِ عَلَى النِّسَاءِ عَلَى نَحْوِ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ. الحم بفتح الحاء المهملة وتخفيف الميم وإثبات الواو أيضا وبالهمز أيضا هو أبو الزوج ومن أدلى به كالأخ والعم وابن العم ونحوهم وهو المراد ههنا، كذا فسره الليث بن سعد وغيره إلى قوله: قال أبو عبيد في معناه: يعني فليمت ولا يفعلن ذلك، فإذا كان هذا رواية

---

[1] رواه مسلم [2] رواه الطبراني في "الأوسط" بسند جيد [3] رواه البخاري ومسلم والترمذي

في أب الزوج وهو محرم فكيف بالغريب.

اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ یہ نص سے معارضہ نہیں ہے بلکہ بواسطہ علت کے نص ہی کا اتباع اسی قبیل سے ہے: انتهاء الحكم بانتهاء العلة جس کا اعتبار سہم مؤلفۃ القلوب میں کیا گیا ہے۔ اور یہی مبنی ہے امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ کے اختلاف فی حضور المساجد کا: ويكره لهن حضور الجماعات يعني الشواب منهن لما فيه من خوف الفتنة، ولا بأس للعجوز أن تخرج في الفجر والمغرب والعشاء، وهذا عند أبي حنيفة. وقالا: يخرجن (أي العجائز) في الصلات كلها إلى اٰخر ما قال: وعلل كلا القولين بعلتين مختلفتين۔[1] مقدمہ ختم ہوا۔ اور اسی مقدمہ میں تمام سوالوں کا اجمالاً جواب آ گیا، صرف تفصیل تطبیق اور بعض سطحی شبہات کا جواب باقی رہ گیا۔ سو عرض کرتا ہوں:

جوابِ سوالِ اول: اس میں ایک درجۂ واجبہ پردہ کا متروک ہوا اور وہ درجۂ ثالثہ ہے۔ اور بلا ضرورت متروک ہوا، کیوں کہ تانگہ پر پردہ چھوڑا جا سکتا ہے۔ اور اگر برقع مزیّن ہے تو درجہ ثانیہ بھی متروک ہوا، کیوں کہ اس کے جواز کی شرط مفقود ہوئی۔

جوابِ سوالِ دوم: ایسے پردہ کا مامور بہ ہونا ثابت ہو چکا ہے اور اس کا سقوط ضرورت میں ہوتا ہے۔

جوابِ سوالِ سوم: کشفِ وجہ یہ ادنیٰ درجہ کا پردہ ہے جو بضرورت کافی ہے باقی دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے اس کی اجازت نہ ہوگی۔ لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وارد ہے۔ اور ہم کلامی اگر بضرورت ہے تو الضروري يتقدر بقدر الضرورة کی حد کے اندر جائز ہے اور بلا ضرورت حظِ نفس کے لیے حرام ہے۔ اللسان يزني.

جوابِ سوالِ چہارم: کشف وجہ بلا ضرورت حرام ہے اور یہاں کوئی ضرورت نہیں، خصوصاً جب کہ غالب بلکہ یقینی ہے کہ سر وغیرہ بھی کھل جاتا ہے۔ بعض اوقات خلوت کی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے جو کہ حرام ہے۔

---

[1] الهداية

جواب سوالِ پنجم: سیاہ وسفید کے احکام میں شریعت نے فرق نہیں کیا جوان کو مطلقاً محل فتنہ قرار دیا ہے۔ نیز مشاہد ہے کہ بعض کا یہ مذاق بھی ہے:

اے پیک پے خجستہ چہ نامی فدیت لک
ہرگز سیاہ چردہ ندیدم بدیں نمک

اور مسلّم ہے لِكُلِّ سَاقِطَةٍ لَاقِطَةٌ یعنی ہر گندہ پڑے را گندہ خورے۔

جواب سوالِ ششم: جائز نہیں دلائل مذکور ہو چکے ہیں اور کہیں ثابت نہیں کہ ان صحابیات کا کشف وجہ بلاضرورت تھا۔ پھر ضرورت میں حضور ﷺ کیسے منع فرماتے خصوص جب کہ آپ عام نصوص میں حکم شرعی ظاہر بھی فرما چکے تو ان کا استثنا مبنی بر ضرورت تھا۔ اور نہ یہ ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ اُن کی طرف نظر فرماتے تھے، نہ یہ ثابت ہے کہ بے پردگی کی عام عادت تھی۔ احادیث ذیل ملاحظہ ہوں:

۱۔ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ.[۱] ذوات الخدور اس مدعا کو بتلا رہا ہے۔

۲۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: أَوْمَتِ امْرَأَةٌ مِنْ وَرَاءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا كِتَابٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ[۲]

اس میں خود رسول اللہ ﷺ سے پردہ درجہ ثالثہ کا کرنا مذکور ہے۔

۳۔ عَنْ أَبِي السَّائِبِ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِي فِي قِصَّةِ الْفَتٰى حَدِيثُ الْعَهْدِ بِعُرُسٍ فَإِذَا امْرَأَتُهُ بَيْنَ الْبَابَيْنِ قَائِمَةٌ فَأَهْوَى إِلَيْهَا بِالرُّمْحِ لِيَطْعَنَهَا بِهِ. وَأَصَابَتْهُ غَيْرَةٌ. الحديث[۳]

معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کی رسم اس درجہ طبائع میں مرکوز تھی کہ دروازہ پر عورت کو کھڑا دیکھ کر طیش سے بے تاب ہو گئے۔ اور قصۂ افک میں خالی ہودج باندھ دینا اور یہ خیال کرنا کہ

---

[۱] الحديث متفق عليه. مشكاة

[۲] الحديث رواه أبوداود والنسائي. مشكاة

[۳] رواه مسلم. مشكاة

اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہیں نہایت محکم تائید ہے اس وقت کی ڈولی کی رسم کی اور کہاروں سے بی بی کے نہ بولنے کی۔ ان سب احادیث میں اس زمانہ میں پردہ متعارف کا ہونا مصرّح ہے۔

جوابِ سوالِ ہفتم: اول تو یہ دعویٰ محتاجِ اثبات ہے محض خیال کافی نہیں۔ دوسرے مطلق تخصیص سے تخصیص خاص لازم نہیں آتی، ممکن ہے کہ اس درجۂ ثالثہ کا وجوب حضرات ازواج کے لیے لعینہ ہو اوروں کے لیے لغیرہٖ اور نفسِ وجوب مشترک ہو۔ نیز ممکن ہے کہ حجاب للاحترام ازواج کے ساتھ خاص ہو اور حجاب لسد المفاسد عام ہو۔ اور علی الاطلاق تخصیصِ وجوب کا دعویٰ کیسے ہوسکتا ہے جب دلائل سے عموم ثابت ہے کما ذکر۔ نیز جن آیات میں حضراتِ ازواج کو اس کا خطاب ہے امر تعبّدی کے طور پر نہیں بلکہ ساتھ ہی اس کی علت بھی بیان فرمائی ہے: ﴿ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾ [1] اور یہ علت مشترک بلکہ دوسرے محل میں اقویٰ ہے، کیوں کہ حضراتِ ازواج میں جانبین میں اسباب مفسدہ کے مفقود ہیں۔ دوسرے محل میں جانبین میں موجود تھے۔ جب علت منصوص ہوگئی تو حکم کے تعدیہ میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ و ھذا ظاھر جدًا.

الحمدللہ! جوابات بقدرِ ضرورت ختم ہوئے۔ اگر زیادہ بسط مطلوب ہو احقر کا رسالہ ''القول الصواب في تحقيق مسألة الحجاب'' اور ''لطائفِ رشیدیہ'' مکتوبہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ مطبوعہ ساڈھورہ ۱۳۳۱ھ میں بالکل اخیر مسئلہ اور رسالہ ''قبول الصواب'' (جو نوتعلیم یافتگان کے مذاق کے موافق لکھا گیا ہے) ملاحظہ فرما لیا جائے۔ اب ایک تذئیل پر مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

---

[1] الأحزاب: ۵۳

رسالہ ”القول الميسور في تسهيل ثبات الستُور“

مشتمل بر ح وتسہیل اصل جواب

مسلمان عورت جو آزاد ہو زرخرید باندی نہ ہو، بالغ ہوچکی ہو یا بالغ ہونے کے قریب ہو، جوان ہو یا بوڑھی اس کے لیے اجنبی مردوں سے پردہ کرنے کے تین درجے ہیں:

ایک یہ کہ بجز چہرہ اور ہتھیلیوں کے اور بعض کے نزدیک بجز پیروں کے بھی باقی تمام بدن کو کپڑے سے چھپایا جائے اور یہ ادنیٰ درجے کا پردہ ہے۔

دوسرے یہ کہ چہرہ اور ہتھیلیوں اور پیروں کو بھی برقع وغیرہ سے چھپایا جائے، یہ درمیانی درجہ کا پردہ ہے۔

تیسرے یہ کہ عورت دیوار یا پردہ کے پیچھے آڑ میں رہے کہ اس کے کپڑوں پر بھی اجنبی مردوں کی نظر نہ پڑے، یہ اعلیٰ درجہ کا پردہ ہے۔ اور یہ تینوں درجے قرآن وحدیث میں مذکور ہیں اور شریعت میں ان کا حکم موجود ہے۔ چناں چہ آیت ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾[1] اور حدیث ”يَا أَسْمَاءُ! إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيضَ لَمْ تَصْلُحْ أَنْ يُرَى مِنْهَا إِلَّا هٰذَا وَهٰذَا وَأَشَارَ إِلَى وَجْهِهِ وَكَفَّيْهِ“[2] میں پہلے درجہ کا ذکر ہے۔ ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ عورتیں اپنی زینت (کے مواقع) کو ظاہر نہ کریں مگر جو اُن میں سے (غالبًا) کھلا ہی رہتا ہے جس کی تفسیر حدیث میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے ساتھ کی گئی ہے (کہ ان کا کھولنا ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہے اور پیروں کو فقہا نے قیاساً اس میں داخل کیا ہے)۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے اسماء! جب عورت بالغ ہوجائے تو سوا اس کے اور اس کے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ اور ہتھیلی پر اشارہ فرمایا اور کسی عضو کا اجنبی مردوں کے سامنے کھولنا جائز نہیں، اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے، اور ایک آیت میں ہے: ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾[3] کہ عورتیں اپنے اوپر چادریں ڈال لیا

---

[1] النور: ۳۱ [2] رواہ أبو داود [3] الأحزاب: ۵۹

کریں۔ اور ایک حدیث میں جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے وارد ہے کہ ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو (تو عید کی نماز کو کیوں کر جائے؟) حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کی ساتھ والی اس کو اپنی چادر اوڑھا دے۔ اور ایک حدیث میں جس کو ابوداود نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت اپنی اِزار کو (پنڈلی سے) ایک بالشت نیچے لٹکائے تو حضرت اُمّ سلمہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا نے عرض کیا کہ اس صورت میں ان کے پیر کھلے رہیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو ایک ہاتھ لٹکا لیا کرے۔ ان احادیث و آیات میں پردہ کے دوسرے درجہ کا ذکر ہے۔ اور ایک آیت میں ہے: ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾[1] (اور اے بیبیو! تم اپنے گھروں میں رہا کرو) اور ایک آیت میں ہے: ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾[2] (اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز استعمال کے لیے مانگو تو پردہ کی آڑ میں ہو کر مانگو)۔ اور ایک آیت میں ہے: ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ﴾[3] (اور عورتوں کو اُن کے گھروں سے باہر نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں)۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (حضرت اُمّ سلمہ و میمونہ رَضِیَ اللہُ عَنہُمَا سے) فرمایا کہ ان سے پردہ کرو (یعنی عبداللہ بن ام مکتوم نابینا سے) حضرت اُمّ سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ اندھا نہیں ہے جو ہم کو دیکھ نہیں سکتا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیا پھر تم بھی اندھی ہو؟ کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں؟ اس کو امام احمد و ترمذی و ابوداود نے روایت کیا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ سے فرمایا کہ تم اس سے (یعنی زمعہ کے باندی زادہ سے) پردہ کرو (حالاں کہ آپ نے فیصلہ یہ کیا تھا کہ یہ لڑکا زمعہ ہی کا ہے کیوں کہ اس کی باندی کے بطن سے ہے، مگر حضرت سودہ کا اس سے پردہ کا) اس لیے (حکم دیا) کہ حضور ﷺ نے اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت زیادہ پائی (اور عتبہ کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ لڑکا میرا ہے جو قانون شرعی سے رد کر دیا گیا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اس حکم کے بعد اس لڑکے نے عمر بھر حضرت سودہ کو نہیں دیکھا۔ اس کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے)۔ اور ایک حدیث میں ہے اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ کہ

---

[1] الأحزاب:۳۳ [2] الأحزاب:۵۳ [3] الطلاق:۱

عورت پردہ میں رہنے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے (اور اس کے درپے) ہوتا ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ان آیات واحادیث میں پردہ کے تیسرے درجہ کا ذکر ہے، ان سب آیات واحادیث سے پردہ کے تینوں درجوں کا واجب و لازم ہونا ثابت ہوگیا، اور یہ کہ شریعت نے ان سب درجوں کا حکم کیا ہے۔ البتہ ان میں اتنا تفاوت ضرور ہے کہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے اور دوسرا تیسرا درجہ کسی عارض کی وجہ سے واجب ہے، مگر اس تفاوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان تینوں میں سے کوئی درجہ واجب نہ رہے، بلکہ اس تفاوت کے ساتھ بھی تینوں درجے واجب ہیں، کیوں کہ درجات کے تفاوت سے نفسِ وجوب پر کوئی اثر نہیں پڑتا جیسا فرضِ اعتقادی اور فرضِ عملی میں درجہ کا تفاوت ہوتا ہے، مگر فرض دونوں ہیں اور نفسِ فرضیت دونوں میں موجود ہے۔ اور چوں کہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے اس لیے اس کا حکم بھی جوان اور بوڑھی عورتوں سب کو عام ہے۔ یعنی بجز چہرہ اور ہاتھوں کے باقی بدن یا سر کے کسی حصّہ کا اجنبی کے سامنے کھولنا بوڑھی عورتوں کو بھی جائز نہیں، اور دوسرے تیسرے درجہ کا پردہ چوں کہ عارض کی وجہ سے واجب ہے اس لیے ان کے واجب ہونے کا مدار اُس عارض ہی پر ہے۔ جہاں وہ عارض موجود ہوگا وہاں یہ درجے واجب ہوں گے اور جہاں عارض موجود نہ ہوگا وہاں یہ درجے بھی واجب نہ ہوں گے۔ اور وہ عارض فتنہ کا اندیشہ ہے جس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: ”اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ“ الحدیث کہ جب عورت باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔ نیز حق تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس کی دلیل ہے ﴿فَيَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾[1] کہ جس کے دل میں خرابی ہے وہ ہوس کرنے لگے گا۔ رہا یہ کہ فتنہ کا اندیشہ کہاں ہے اور کہاں نہیں؟ اس کی تعیین ہماری رائے پر نہیں رکھی گئی بلکہ قرآن میں اس کا فیصلہ بھی خود ہی فرما دیا گیا۔ چناں چہ ارشاد ہے:

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ﴾[2]

اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی کچھ امید نہ رہی ہو ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ

[1] الأحزاب: ۳۲ [2] النور: ۶۰

اپنے (زائد) کپڑے اتار رکھیں (جن سے چہرہ وغیرہ چھپایا جاتا ہے) بشرطیکہ زینت (کے مواقع) کا اظہار نہ کریں اور اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لیے اور زیادہ بہتر ہے۔

حاصل اس کا یہ ہے کہ جو بوڑھی عورتیں نکاح کے قابل نہیں رہیں ان کو زینت ظاہر کرنے کی تو اجازت نہیں جس سے مراد تمام بدن ہے، ہاں چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت ہے جیسا دوسری آیت میں ہے: ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ جس کی تفسیر اوپر گزر چکی ہے۔ پس بوڑھی عورتیں اگر ان زائد کپڑوں کو اجنبی کے سامنے اتار دیں جن سے منہ ہاتھ چھپایا جاتا ہے (جیسے برقع و چادر) تو اس میں گناہ نہیں، لیکن اگر یہ بڑی بوڑھی اس سے بھی احتیاط رکھیں اور دوسرے اور تیسرے درجہ کا پردہ اختیار کریں تو مستحب ان کے لیے بھی یہی ہے: ﴿وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ﴾ کا مطلب یہی ہے۔ اس آیت نے بتلا دیا کہ فتنہ کا اندیشہ صرف ان بوڑھی عورتوں میں موجود نہیں ہے جو نکاح کے قابل نہیں رہیں اور ان کے سوا جوان اور ادھیڑ عورتوں سے اندیشۂ فتنہ کی نفی نہیں کی گئی، بلکہ اُن میں یہ اندیشہ موجود ہے اور یہی وہ عارض ہے جس پر دوسرے اور تیسرے درجہ کے واجب ہونے کا مدار تھا۔ اور جب شارع نے جوان اور ادھیڑ عورتوں کے بارہ میں یہ حکم کر دیا کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود ہے، اب کسی کو اپنی رائے سے یہ کہنے کا اختیار نہیں کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود نہیں۔ لقولہ تعالیٰ: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾[1] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کسی ایمان دار مرد اور کسی ایمان دار عورت کو گنجایش نہیں جب کہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو ان کو اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے (یعنی اختیار باقی نہ رہے گا بلکہ اس پر عمل کرنا ہی واجب ہوتا ہے) یہ تفاوت تو ان درجوں میں احتمال فتنہ کے شرط ہونے اور شرط نہ ہونے کے اعتبار سے تھا کہ پہلے درجہ کے واجب ہونے میں احتمال فتنہ شرط نہیں بلکہ وہ ہر حال میں واجب ہے۔ اور دوسرے اور تیسرے درجہ کے واجب ہونے کے لیے احتمال فتنہ شرط ہے۔ ایک تفاوت ان درجوں میں اور ہے جس کے سمجھنے کے لیے اول اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ پردہ کے ان تینوں

[1] الأحزاب: ۳۶

درجوں میں یہ بات مشترک ہے کہ ضرورت کے مواقع ان سے مستثنیٰ ہیں جس کی دلیل "بخاری" کی یہ حدیث ہے کہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لیے نکلیں (پھر کچھ قصہ اس کا بیان کر کے فرمایا کہ) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اپنی ایک حاجت کے لیے باہر نکلی تھی تو مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ایسا کہا (یعنی یوں کہا کہ اے سودہ! خدا کی قسم! تم ہم سے چھپ نہیں سکتیں)۔ مطلب یہ تھا کہ تم کو باہر نہ نکلنا چاہیے، کیوں کہ تم چادر برقع پہن کر بھی کسی سے چھپ نہیں سکتیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد وحی نازل ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے واسطے نکلنے کی تم کو اجازت دے دی ہے۔[1] مگر ان تینوں درجوں میں اس اعتبار سے تفاوت ہے کہ کون سی ضرورت کس درجہ میں مؤثر ہے اور کس درجہ میں مؤثر نہیں ہے۔ چناں چہ پہلا درجہ جو کہ جوان اور ادھیڑ اور بوڑھی سب عورتوں پر واجب ہے، اس سے بہت سخت مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے، جیسے: علاج معالجہ کی ضرورت۔ یعنی بدوں ایسی سخت ضرورت کے اجنبی کے سامنے بدن کا کھولنا نہ جوان اور ادھیڑ کو جائز ہے نہ بوڑھی عورتوں کو۔ اور دوسرے درجہ سے جو کہ صرف جوان اور ادھیڑ عورتوں پر واجب ہے بوڑھیوں پر واجب نہیں، سخت مجبوری کی صورت میں مستثنیٰ ہے گو بہت سخت مجبوری نہ ہو، یعنی اجنبی مرد کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا بوڑھی عورتوں کو تو جائز ہوگا گو چھپانا ان کو بھی مستحب ہے جیسا پہلے مذکور ہوا۔ اور جوان اور ادھیڑ عورتوں کو بدوں سخت مجبوری کے اجنبی کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا حرام ہوگا۔ چناں چہ فقہا کا یہ حکم اسی قاعدہ پر مبنی ہے:

وَتُمْنَعُ الشَّابَّةُ وُجُوبًا عَنْ كَشْفِ الْوَجْهِ بَيْنَ الرِّجَالِ لَا لِأَنَّهُ عَوْرَةٌ بَلْ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ. كَذَا فِي "الدر المختار" وغيره واللفظ للدر. اور جوان عورت کو مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے سے وجوب کے درجہ میں منع کیا جائے گا، نہ اس وجہ سے کہ چہرہ ستر بالذات میں داخل ہے بلکہ اس وجہ سے کہ جوان عورت کے چہرہ کھولنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے (تو ستر للعارض ہوا)۔ یہ "درمختار" کے الفاظ ہیں اور یہ مسئلہ فقہ کی دوسری کتابوں میں بھی مذکور

[1] تفسیر سورۃ الأحزاب

ہے۔[1] اور سخت مجبوری کی حالت میں چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا جائز ہوگا بشرطیکہ کوئی دوسرا مانع نہ پایا جائے، جیسے: اجنبی مرد کا اس کو چھونا یا اِس کا اُس کو چھونا، یا اجنبی مرد کو گھورنا یا اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا ملنا کہ ان سب کی حرمت شریعت سے ثابت ہے۔ اور اس سخت مجبوری کی صورت میں اگر کوئی مرد اس کو گھورنے لگے تو اس سے عورت کو گناہ نہ ہوگا۔ اور حدیث میں جو آیا ہے: لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ إِلَيْهِ[1] کہ اللہ تعالیٰ نے دیکھنے والے پر بھی لعنت کی ہے اور اس پر بھی جس کو دیکھا جائے، تو یہ لعنت عورت پر اسی صورت میں ہے جب کہ اس نے بدوں سخت مجبوری کے اپنا چہرہ وغیرہ کھولا ہو، ورنہ اگر سخت مجبوری سے اُس نے کھولا اور پھر کسی مرد نے اس کو گھورا تو اس گھورنے سے عورت کو گناہ نہ ہوگا۔ اور تیسرے درجہ میں مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے گو سخت مجبوری یا بہت سخت مجبوری کی صورت نہ ہو مگر مجبوری کا درجہ موجود ہو، اور اس مجبوری کے معنے یہ ہیں کہ اگر گھر سے یا پردہ سے نہ نکلیں تو کوئی غیر معمولی نقصان یا حرج لاحق ہو جائے۔ ایسی ضرورت میں تمام بدن چھپا کر برقع کے ساتھ گھر سے نکلنا جوان اور ادھیڑ عورتوں کے لیے جائز ہوگا، اور بدوں ایسی مجبوری کے برقع کے ساتھ تمام بدن چھپا کر بھی ان کو نکلنا جائز نہ ہوگا۔ اور اس دوسرے اور تیسرے درجہ کے پردہ میں مجبوری اور سخت مجبوری کے وقت جو آسانی کی گئی ہے اس میں چوں کہ فتنہ کا بھی احتمال ہے گو ضرورت پر نظر کر کے آسانی کر دی گئی اور تنگی نہیں کی گئی مگر اس احتمال کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا، بلکہ خاص خاص احکام سے اس کا انسداد بھی کر دیا گیا، مثلاً: عورتوں کو عطر و خوشبو لگا کر باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يَعْنِيْ زَانِيَةً. عورت جب عطر لگا کر کسی مجلس سے گزرے تو وہ ایسی ویسی ہے، یعنی زانیہ ہے۔ اس کو ترمذی اور ابوداود نے روایت کیا ہے، اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔ اور ارشاد فرمایا: وَلٰكِنْ لِيَخْرُجْنَ وَهُنَّ تَفِلَاتٌ لیکن عورتوں کو میلے کچیلے کپڑوں میں (ضرورت کے وقت) باہر نکلنا چاہیے۔ (اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے، اور اس پر سکوت کیا (صفحہ ۹۱ جلد ۱)۔ پس حدیث حسن ہے)

---

[1] مشكاة المصابيح ص: ۲۲۸

خلاصہ ان سب احکام کا یہ ہوا کہ بوڑھی عورتوں پر پہلا درجہ تو واجب ہے اور دوسرا تیسرا درجہ مستحب ہے اور بہت سخت مجبوری کی حالت میں پہلے درجہ میں بھی جو کہ واجب ہے کچھ سہولت و وسعت کردی گئی۔ اور جوان اور ادھیڑ عورتوں کے لیے پہلا درجہ بھی واجب ہے اور بہت سخت مجبوری میں اس میں کچھ سہولت و وسعت بھی ہے۔ اور دوسرا اور تیسرا درجہ بھی ان پر واجب ہے اور بہت سخت مجبوری سے کم درجہ کی مجبوری اور ضرورت کے مواقع میں کچھ سہولت و وسعت بھی ثابت ہے۔ یعنی اگر سخت مجبوری کا درجہ ہو گو بہت سخت مجبوری نہ ہو تو چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنا اجنبی کے سامنے ان کو جائز ہے بشرطیکہ فتنہ و فساد کے احتمال کا انسداد بھی کرلیا جائے۔ یعنی سر اور کلائی اور پنڈلی وغیرہ کا کھولنا حرام ہوگا۔ اسی طرح زیب و زینت کے ساتھ اجنبی کے سامنے آنا حرام ہوگا، اور سخت مجبوری کے درجہ سے کم ضرورت ہو مگر مجبوری متحقق ہو محض خیالی مصلحت نہ ہو تو اس صورت میں برقع کے ساتھ گھر سے باہر نکلنا جوان عورت اور ادھیڑ عورت کو جائز ہے مگر چہرہ اور ہاتھوں کا کھولنا حرام ہوگا، اسی طرح زیب و زینت کے کپڑے پہن کر نکلنا حرام ہوگا۔

والسر[1] في كون الضرورة في الدرجة الأولى أشد وفي الثانية شديدا وفي الثالثة مطلقة كون الوجوب في الأولى اكدًا وفي الثانية أكيدا وفي الثالثة مطلقا، فلا بد من أن يكون المغير مبنيا للفاعل وهو العذر مماثلا في القوة للمغير مبنيًا للمعفول وهو الوجوب وهذا ظاهر، فافهم۔

اس مقام کے متعلق ایک ضروری بات قابلِ اطلاع یہ ہے کہ اوپر جو احکام مذکور ہوئے ہیں، ان میں سے جن احکام کا مدار اندیشۂ فساد و فتنہ کے ہونے یا نہ ہونے پر ہے اُن میں حالات کے بدلنے سے یا ایک ہی حالت میں رائے کے اختلاف سے حکمِ شرعی بدل سکتا ہے (اور اس قسم کے احکام دوسرے اور تیسرے درجہ کے پردے میں ہیں، کیوں کہ پہلے درجہ میں تو شریعت ہی نے خود اس کی تعیین کردی ہے کہ فتنہ کا اندیشہ کہاں ہے اور ضرورت کا درجہ کون سا ہے، اس میں کسی کی رائے اور فہم کا کوئی دخل نہیں) مگر جن احکام میں رائے اور فہم کو دخل بھی

[1] اس عبارت کی تسہیل نہیں کی گئی کیوں کہ اس میں دلیل کا ذکر ہے جس سے عوام کو تعلق نہیں۔

ہے ان میں اس کا فیصلہ کرنے کا حق کہ فتنہ کا اندیشہ ہے یا نہیں اور ضرورت کا تحقق ہے یا نہیں؟ ان ہی کو ہے جن میں فتویٰ دینے کی لیاقت وقابلیت موجود ہو۔ یعنی جن میں علمِ دین اور تقویٰ و اخلاص موجود ہو اور اس کے ساتھ ان کی رائے اور فہم بھی صحیح ہو، نااہلوں کی بات اس بارہ میں ہرگز نہ سنی جائے گی۔ خاص کر ایسے نااہلوں کی جن میں قابلیت کی ایک شرط بھی کسی کمزور درجہ میں بھی نہ پائی جائے بلکہ برعکس اس کے نااہلیت کی تمام شرطیں قوی درجہ میں موجود ہوں، جیسا کہ اس وقت جو لوگ پردہ کے مخالف ہیں اور اس رسم کو مٹانا چاہتے ہیں وہ سب اسی قسم کے ہیں جن کی لیاقت کی حالت یہ ہے کہ محض انگریزی پڑھ کر یا قرآن کا ترجمہ دیکھ کر یا برائے نام عربی ادب کی چند کتابیں پڑھ کر اجتہاد کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں۔ سو یہ تو کسی شمار میں بھی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هَلْ يَسْتَوِى الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾[1]

کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے بھی (کہیں) برابر ہو سکتے ہیں؟

اور جیسا کہ عارف شیرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نہ ہرکہ چہرہ بر افروخت دلبری داند
نہ ہرکہ آئینہ دارد سکندری داند
ہزار نکتۂ باریک تر زمو اینجا ست
نہ ہرکہ سر بتراشد قلندری داند

اور حالات کے بدلنے یا رائے کے بدلنے سے جو احکام بدل جاتے ہیں اس کے یہ معنے نہیں کہ احکامِ شرعیہ زمانہ اور وقت کے تابع ہیں جیسا بعض نادانوں کا خیال ہے، بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ شارع نے خاص قید کے ساتھ حکم کو بیان کیا تھا کہ اگر یہ قید پائی جاوے تو یہ حکم ہے نہ پائی جاوے تو دوسرا حکم ہے۔ اب حالات یا رائے کے اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ اس قید کے وجود یا عدم میں اختلاف ہے، جس نے قید کو موجود پایا ایک حکم کر دیا جس نے اس قید کو موجود نہ پایا دوسرا حکم کر دیا۔ اور یہ دونوں حکم دراصل شارع ہی کے ہیں۔ خوب سمجھ لو۔

---

[1] الزمر: ۹

چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کے لیے مساجد اور عیدگاہ میں جانے کی اجازت کا اور صحابہ کے زمانہ میں اس سے ممانعت ہو جانے کا مدار اسی قاعدہ پر ہے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

لَوْ أَدْرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ بَعْدَهُ لَمَنَعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ.[1]

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت کا مشاہدہ فرما لیتے جو عورتوں نے آپ کے بعد اختیار کی ہے تو یقیناً آپ ان کو (مساجد و عیدگاہ میں جانے سے) روک دیتے، جیسا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی (اپنے اخیر وقت میں) عورتوں کے لیے اسی کو پسند فرمایا اور اسی کی ترغیب دی ہے (کہ وہ نماز کے لیے مسجدوں میں نہ جایا کریں)۔ چناں چہ ارشاد ہے:

صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا[2] کہ عورت کا گھر کے اندر نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا گھر کے اندر پڑھنے سے افضل ہے (اس کو طبرانی نے اوسط میں سند جید سے روایت کیا ہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ترغیب پر اکتفا فرمایا، سختی کے ساتھ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہیں روکا کیوں کہ) اس وقت عورتوں کو باہر نکلنے کی ضرورتیں زیادہ تھیں اور عام طبائع میں نیکی کا غلبہ اور سزا کا خوف ایسا تھا جس کی وجہ سے فتنہ و فساد کا احتمال کمزور تھا اور بعد میں عام طور پر حالت بدل گئی جس میں عورتوں کی حالت بدلنے کو بھی خاص دخل تھا۔ اور اسی قاعدہ پر فقہائے[3] متاخرین کا یہ فتویٰ مبنی ہے جس میں انھوں نے بعض محرموں کو نامحرموں کی مثل ٹھہرایا ہے: ویکره الخلوة بالصهرة الشابة لفساد الزمان. کہ جوان ساس کے پاس تنہائی میں بیٹھنا مکروہ ہے کیوں کہ زمانہ فساد کا ہے۔ اور اس احتیاط کی اجازت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے سمجھ میں آتی ہے: احتجبي منه يا سودة! جیسا کہ اوپر گزر چکا جس میں بطور احتیاط کے شرعی محرم سے پردہ کا حکم ہے

[1] رواه مسلم [2] رواه الطبراني في الأوسط بسند جيد [3] پچھلے زمانہ کے علما

(کیوں کہ وہ باندی زادہ شرعاً حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا) ويتأيد هذه الفتوى بما في "الترغيب":[1]

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ.[2] ثم قال: وَمَعْنَى كَرَاهة الدُّخُولِ عَلَى النِّسَاءِ عَلَى نَحْوِ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ. الحم بفتح الحاء المهملة وتخفيف الميم وإثبات الواو أيضا وبالهمز أيضا هو أبو الزوج ومن أدلى به كالأخ والعم وابن العم ونحوهم، وهو المراد ههنا، كذا فسره الليث بن سعد.

اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ فقہا کا یہ فتویٰ نص کا مقابلہ اور حکم شرعی کی مخالفت نہیں بلکہ حکم کی علت پر نظر کر کے اس فتویٰ میں نص ہی کا اتباع کیا گیا ہے۔ اور اسی کی نظیر فقہا کا یہ قاعدہ ہے کہ علت کے ختم ہو جانے سے حکم بھی ختم ہو جاتا ہے جس کا اعتبار مؤلفۃ القلوب کے بارہ میں کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض مال دار نو مسلموں کو باوجود مال دار ہونے کے محض دل جوئی کی غرض سے زکوٰۃ وغیرہ میں سے حصّہ دیا جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ حکم باقی نہیں رہا، کیوں کہ اب ان مال داروں کی دل داری اور دل جوئی کی ضرورت باقی نہیں رہی جب کہ ان کے دل میں اسلام مضبوط ہو گیا۔ اور اسی قاعدہ پر امام صاحب رحمہ اللہ اور صاحبین رحمہما اللہ کا یہ اختلاف مبنی ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے بوڑھی عورتوں کے لیے صرف صبح اور مغرب وعشاء کے وقت مسجد میں آنے کی اجازت دی ہے اور صاحبین رحمہما اللہ نے پانچوں وقت آنے کی اجازت دی ہے۔ اور ہر ایک کے قول کی جدا علت بیان کی گئی ہے اور جوان یا ادھیڑ عورتوں کے لیے بالاتفاق سب اوقات میں ممانعت ہے۔ ملاحظہ ہو (ہدایہ)۔

مقدمہ ختم ہوا اور اسی مقدمہ میں اجمالی طور سے تمام سوالوں کا جواب بھی آ گیا۔ اب

---

[1] اس عبارت کی تسہیل نہیں کی گئی کیوں کہ عوام کو اس کی ضرورت نہیں۔

[2] رواه البخاري ومسلم والترمذي.

صرف اتنا کام رہ گیا کہ تفصیل کے ساتھ ہر سوال کے جواب کو اس پر منطبق کر کے دکھلا دیا جائے اور بعض سطحی شبہات کا جواب دے دیا جائے جو سرسری نظر میں واقع ہو سکتی ہیں۔ سو اس کو بھی عرض کرتا ہوں۔

جواب سوالِ اول: یہ صورت جائز نہیں، کیوں کہ اس میں پردہ کا ایک درجہ جو واجب تھا فوت ہو گیا اور وہ تیسرا درجہ ہے اور اس کو بلا ضرورت چھوڑا گیا، کیوں کہ تانگہ پر پردہ ڈال کر بھی تو نکل سکتی ہیں (پھر محض برقع پر کیوں کفایت کی گئی)۔ اور اگر برقع بھڑک دار ہے تو دوسرا درجہ بھی فوت ہوا، کیوں کہ جن صورتوں میں برقع کے ساتھ نکلنے کی اجازت ہے اُن میں یہ شرط ہے کہ زیب وزینت کے لباس میں نہ نکلیں۔

جواب سوالِ دوم: ہاں مسلمان عورتوں کو ایسا ہی پردہ کرنا چاہیے، کیوں کہ ایسے پردے کا حکم شریعت میں ثابت ہو چکا ہے جیسا اوپر گزرا، جس میں صرف ضرورت کے وقت کچھ آسانی اور وسعت ہو جاتی ہے۔

جواب سوالِ سوم: تمام بدن کو چھپا کر صرف چہرہ کھول کر نامحرموں کے سامنے (خادمہ کا) آنا یہ ادنیٰ درجہ کا پردہ ہے جو ضرورت اور مجبوری کے وقت کافی ہے۔
باقی (گھر کے مردوں کو اس حالت میں خادمہ کے چہرہ کے طرف) دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس لیے اس کی اجازت نہ ہوگی۔ (حدیث میں) لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وارد ہے (کہ خدا تعالیٰ نے دیکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے، یعنی جو بلا ضرورت نامحرم کو دیکھے) اور بات چیت اگر ضرورت سے ہے تو ضرورت کی حد تک جائز ہے اور بلا ضرورت لذتِ نفسانی کے لیے بات چیت کرنا حرام ہے۔ حدیث میں ہے: اَللِّسَانُ یَزْنِيْ کہ زبان بھی زنا کرتی ہے (اس کو ایک طویل حدیث میں بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے)۔

جواب سوالِ چہارم: نامحرم کے سامنے چہرہ کھولنا عورت کو حرام ہے اور یہاں کوئی ضرورت نہیں۔ خصوصاً جب کہ اس صورت میں غالباً بلکہ یقینی یہ ہے کہ عورتیں (سر وغیرہ کے چھپانے کا

بھی اہتمام نہیں کرتیں اور ان نوکروں کے سامنے) کھلے سر پھرتی ہیں، اور بعض دفعہ خلوت اور تنہائی کی بھی نوبت آ جاتی ہے جو کہ حرام ہے (اس لیے یہ صورت بھی جائز نہیں)۔

جوابِ سوالِ پنجم: سیاہ وسفید کے احکام میں شریعت نے کوئی فرق نہیں کیا بلکہ جوان عورت کو ہر حال میں محلِ فتنہ قرار دیا ہے، اس لیے سیاہ فام بدصورت عورت کو بھی بلاضرورت چہرہ کھولنا حرام ہے۔ نیز مشاہدہ یہ ہے کہ بعض لوگ سیاہ فام عورتوں کو گوری عورتوں سے زیادہ پسند کرتے ہیں جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

اے پیک پے خجستہ چہ نامی فدیت لک
ہرگز سیاہ چرذہ ندیدم بدیں نمک

اور یہ بات مسلّم ہے لِکُلِّ سَاقِطَةٍ لَاقِطَةٌ کہ ہر گری پڑی چیز کے لیے کوئی اٹھانے والا ضرور ہوتا ہے۔

جوابِ سوالِ ششم: (سلیم الفطرت، نیک دل، پاک باز مرد کو بھی اجنبی جوان عورت سے بدوں سخت مجبوری کے بات چیت کرنا اور بدوں شہوت و بدنیتی کے اس کے چہرہ کی طرف دیکھنا) جائز نہیں، دلیلیں اوپر گزر چکی ہیں۔ اور یہ کہیں ثابت نہیں کہ صحابہ کی عورتوں کا (رسول اللہ ﷺ کے سامنے) چہرہ کھولنا بلاضرورت تھا (بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے تھا) پھر ضرورت کی حالت میں حضور ﷺ ان کو کیسے منع فرماتے، خصوصاً جب کہ آپ ﷺ حکمِ شرعی کو عام طور پر اپنے ارشادات میں ظاہر بھی فرما چکے تھے تو اس کے بعد بعض عورتوں کا چہرہ کھول کر آپ کے سامنے آنا (یقیناً) ضرورت کی وجہ سے تھا۔ اور یہ بھی ثابت نہیں کہ حضور ﷺ اُن کی طرف قصداً نظر فرماتے تھے، اور نہ یہ ثابت ہے کہ اس وقت بے پردگی کی عام طور سے عادت تھی۔ چناں چہ یہ احادیث ملاحظہ ہوں:

۱۔ حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ ہم کو اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ عید کے دن حیض والی عورتوں اور پردہ میں بیٹھنے والیوں کو بھی (عیدگاہ میں) لے جائیں۔ الحدیث، اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اس میں ذوات الخدور کا لفظ (جس

کے معنی پردہ میں بیٹھنے والیاں ہیں) اس دعویٰ کو ثابت کررہا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں بے پردگی کی عام عادت نہ تھی۔

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے ایک خط دینے کو رسول اللہ ﷺ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ الحدیث۔ اس کو ابوداود ونسائی نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ) اس میں عورتوں کا خود رسول اللہ ﷺ سے تیسرے درجہ کا (گہرا) پردہ کرنا مذکور ہے۔

۳۔ ابوالسائب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک نوجوان (صحابی) کے قصّہ میں جس کی شادی کو کچھ ہی دن گزرے تھے روایت کرتے ہیں کہ (وہ نوجوان حضور ﷺ سے اجازت لے کر اپنے گھر گیا) تو اس کی بی بی دروازہ پر کواڑوں کے بیچ میں کھڑی ہوئی تھی، نوجوان نے اپنا نیزہ اس کی طرف سیدھا کیا تاکہ اس پر حملہ کرے اور جوشِ غیرت سے بے تاب ہوگیا۔ الحدیث۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کی رسم اُس زمانے کے لوگوں کی طبیعتوں میں ایسی جمی ہوئی تھی کہ نوجوان صحابی دروازہ پر اپنی بی بی کو کھڑا دیکھ کر طیش سے بے تاب ہوگئے۔ اور قصّہ اِفک میں (جس میں منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹا بہتان لگایا تھا) صحابہ کا خالی ہودج[1] کا اونٹ پر باندھ دینا اور یہ خیال کرنا کہ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہیں نہایت مضبوط تائید ہے۔ اس وقت کی ڈولی کی رسم کی اور کہاروں سے بی بی کے نہ بولنے کی (ورنہ ہودج باندھنے والوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خاموشی سے شبہ ہوتا کہ شاید ہودج خالی ہے)۔ ان سب احادیث میں صاف تصریح ہے کہ اُس زمانہ میں ویسا ہی پردہ تھا جیسا آج کل ہمارے اطراف کے شرفا کی عورتوں میں رواج ہے۔

جواب سوالِ ہفتم: اول تو یہ دعویٰ دلیل کا محتاج ہے (بدوں دلیل کے) محض خیال کافی نہیں۔ دوسرے اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ حکم امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے ساتھ خاص ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ہر جہت سے ان کے ساتھ خاص ہے، بلکہ ممکن ہے کہ پردہ کا تیسرا درجہ حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں تو اپنی ذات سے واجب ہو اور عام مسلمان عورتوں کے حق میں عارض کی وجہ سے واجب ہو۔ اس صورت میں یہ درجہ واجب ہونے میں تو

---

[1] ہودہ

سب کے لیے برابر ہوگا صرف حیثیت کا فرق ہوگا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس پردہ کے واجب ہونے کی علتیں مختلف ہوں: ایک یہ کہ محض عزت واحترام کی وجہ سے واجب ہو، یہ تو حضور ﷺ کی ازواج کے ساتھ خاص ہو۔ دوسرے یہ کہ فتنہ وفساد کا دروازہ بند کرنے کے لیے واجب ہو، یہ سب عورتوں کے لیے عام ہو۔ اور علی الاطلاق یہ دعویٰ کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے کہ پردہ کا تیسرا درجہ حضور ﷺ کی ازواج کے ساتھ خاص ہے جب کہ دلائل سے اس کا عام طور پر واجب ہونا ثابت ہو چکا ہے جیسا اوپر مذکور ہوا۔

پھر جن آیتوں میں حضرات ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اس پردہ کا حکم دیا گیا ہے، ان میں حق تعالیٰ نے حکم کے ساتھ ہی اس کی علت بھی بیان فرمائی ہے اور وہ علت یہ ہے: ﴿ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾[1] (کہ یہ پردہ تمہارے دلوں اوران کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے) اور یہ علت سب میں مشترک ہے بلکہ ازواجِ مطہرات کے سوا دوسری عورتوں میں اس کی ضرورت زیادہ ہے، کیوں کہ حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں تو دونوں طرف فتنہ وفساد کے اسباب موجود نہ تھے اور دوسری عورتوں میں دونوں طرف ایسے اسباب معدوم نہ تھے۔ اور جب حکم کے ساتھ اس کی علت بھی مذکور ہو تو حکم کا مدار علت پر ہوگا، جہاں علت موجود ہوگی وہاں حکم بھی ضرور ہوگا، اور یہ بات بہت ظاہر ہے تو اب یہ حکم ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ کیوں کہ خاص ہوسکتا ہے۔

الحمد للہ! بقدرِ ضرورت جوابات ختم ہوگئے۔ اگر زیادہ تفصیل کی ضرورت ہو تو حضرت مولانا صاحب دام ظلہم کا رسالہ ''القول الصواب في تحقيق مسألة الحجاب'' اور ''لطائفِ رشیدیہ'' مؤلفہ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ مطبوعہ ساڈھورہ ۱۳۳۱ھ میں بالکل اخیر کا مسئلہ اور رسالہ ''قبول الصواب'' (جو نو تعلیم یافتگان کے مذاق کے موافق لکھا گیا ہے ملاحظہ فرمایا جائے) اب ایک بات بطور تذئیل کے عرض کر کے مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

تمت الرسالة الملقبة بالقول الميسور.

---

[1] الأحزاب: ۵۳

تذئیل[1]

اگر اس وقت بے پردگی یا کم پردگی کی اجازت دی جائے قطع نظر ترکِ واجب کے جس کا بدلیل اثبات ہو چکا ہے، یقینی بات ہے کہ چند روز میں اس کی ایسی نوبت پہنچ جائے گی جس کی ان ماحیانِ پردہ کو بھی کہیں برائے نام گنجایش نہ ملے گی۔ پھر یہ حامیانِ پردہ میں داخل ہو کر انتظام کرنا چاہیں گے اور ان کے قابو سے نکل جائے گا اور پچھتائیں گے۔ واللہ أعلم!

کتبہ

اشرف علی عفي عنه

يوم الجمعة ۲۶/ذي الحجة ۴۶ھ

تتمّہ تذئیل

قوله: ترک واجب الخ۔ أقول: اس واجب کا مصداق نفسِ پردہ ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور واجبات بھی پردہ کے متعلق متروک ہوں گے جو (احادیث میں منصوص نہیں، مثلاً:

۱۔ اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ عورتیں بدوں سخت مجبوری کے نہ نکلیں گی، کیوں کہ اس صورت میں بے پردگی یا کم مائیگی میں ان کو گھر میں بیٹھنے کی عادت تو متروک ہو جائے گی۔

۲۔ اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ نکلنے کے بعد وہ سڑک کے کناروں پر دبی دبی چلیں گی وسط پر نہ چلیں، یہ دونوں امر اس حدیث میں مذکور ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: لَيْسَ لِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ فِي الْخُرُوجِ إِلَّا مُضْطَرَّةً إِلٰى قَوْلِهِ. وَلَيْسَ لَهُنَّ نَصِيبٌ فِي الطُّرُقِ إِلَّا الْحَوَاشِيْ. رواه الطبراني في "الكبير".

[2] عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

---

[1] اس تتمہ میں جو حدیثیں مذکور ہیں ان کا ترجمہ مولوی ظفر احمد صاحب کی طرف سے ہے۔

[2] یہاں سے ختم تک کی عبارت کی تسہیل کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

عورتوں کے لیے (گھر سے) باہر نکلنے میں کچھ حصہ نہیں مگر یہ کہ مجبور و مضطر ہوں، (اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ) عورتوں کے لیے راستوں میں (چلنے کا) کوئی حق نہیں سوائے کناروں کے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

۳۔ اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ جب پردہ نہ رہا اور باہر بھی مردوں سے اختلاط ہونے لگا تو پھر وہ بغیر اذنِ شوہر کے کسی کو گھر میں نہ آنے دیں گی۔

۴۔ اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ اس حالتِ اعتیادِ بے پردگی میں وہ باہر نکلنے کے لیے ہمیشہ شوہر سے اِذن ضرور ہی لیا کریں گی۔ یہ دونوں امر اس حدیث میں مذکور ہیں:

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تَأْذَنَ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ وَلَا تَخْرُجَ وَهُوَ كَارِهٌ وَلَا تُطِيْعَ فِيْهِ أَحَدًا. رواه الطبراني في الكبير والحاكم في المستدرك والبيهقي في السنن.

حضرت معاذ (بن جبل رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی عورت کو جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں کہ اپنے شوہر کے گھر میں بدوں اس کی اجازت کے کسی کو آنے دے، نیز عورت کو شوہر کی مرضی کے خلاف گھر سے باہر نکلنا بھی جائز نہیں اور اس بارے میں کسی کی اطاعت بھی جائز نہیں۔ اس کو طبرانی نے ''کبیر'' میں اور حاکم نے ''مستدرک'' میں اور بیہقی نے ''سنن'' میں روایت کیا ہے۔

۵۔ اس کا کیا انتظام ہو سکے گا جب دل کھل گیا تو وہ قصداً کسی اجنبی کو نہ دیکھیں گی۔

۶۔ اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ ان کو کوئی اجنبی نہ دیکھے گا یہ دونوں امر اس حدیث میں مذکور ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ خَيْرٌ لِلْمَرْأَةِ؟ فَسَكَتُوْا، قَالَ: فَلَمَّا رَجَعْتُ قُلْتُ لِفَاطِمَةَ رضی اللہ عنہا: أَيُّ شَيْءٍ خَيْرٌ لِلنِّسَاءِ؟ قَالَتْ: لَا يَرَيْنَ الرِّجَالَ وَلَا يَرَوْنَهُنَّ. فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّمَا فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّيْ. رواه البزار والدار قطني في الإفراد.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے کہ حضور ﷺ نے

(سب سے دریافت) فرمایا کہ (بتلاؤ) عورت کے لیے کون سی بات سب سے بہتر ہے؟ اس پر صحابہ خاموش ہوگئے (اور کسی نے جواب نہ دیا)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے واپس آ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ عورتوں کے لیے سب سے بہتر کیا بات ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں نہ مرد اُن کو دیکھیں۔ میں نے یہ جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: فاطمہ میری لختِ جگر ہے (اس لیے وہ خوب سمجھیں)۔ اس کو بزار نے (مسند میں) اور دار قطنی نے افراد میں روایت کیا ہے۔

۷۔ اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ اس حالت میں ان کو دیکھ کر اجنبی مردوں کے دل میں شیطانی وسوسے نہ آویں جن کا انسداد اب کامل پردہ سے ہو رہا ہے جس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ. رواه مسلم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۸۔ اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ ناگہانی نظر پڑنے کے بعد فوراً نظر کو ہٹا دیا جاوے گا اور کامل پردہ میں تو دوبارہ نظر کا قصد ہی نہیں ہوتا۔ یہ اس حدیث میں مذکور ہے:

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضي الله عنه قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نَظْرِ الْفُجَاءَةِ، فَأَمَرَنِيْ أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِيْ. رواه مسلم

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق (حکم دریافت کیا تو مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ (فوراً) نظر کو اٹھا لو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۹۔ اس کا کیا انتظام ہوگا کہ غیر محرم سے بلا ضرورت اور بے تکلف باتیں نہ کیا کریں گی اور بضرورت بات کرنے کے لیے شوہر سے اجازت لیا کریں گی، کیوں کہ اب تو پردہ کے سبب تکثیرِ کلام کی نوبت نہیں آتی اس لیے قلیل کا انتظام آسان ہے اور خود طبیعت میں بھی خجلت غالب ہے، اس کا ذکر ان حدیثوں میں ہے:

عَنْ عُمَرَ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تَكَلَّمَ النِّسَاءَ إِلَّا بِإِذْنِ أَزْوَاجِهِنَّ. رواه الطبراني في "الكبير". وعن الحسن مرسلاً قال: بَلَغَنِي أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا تُحَدِّثْنَ مِنَ الرِّجَالِ إِلَّا مَحْرَمًا. رواه ابن سعد.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ عورتوں سے بدوں شوہروں کی اجازت کے بات چیت کی جائے۔ اس کو طبرانی نے "کبیر" میں روایت کیا ہے۔ اور حسن (بصری) سے مرسلاً روایت ہے وہ کہتے ہیں: مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں اپنے محرموں کے سوا اور مردوں سے بات نہ کریں۔ اس کو ابنِ سعد نے روایت کیا ہے۔

۱۰۔ اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ بالخصوص شوہر کے اقارب کو بے تکلّف آمد و رفت اور خلا ملا سے روکا جا سکے گا۔ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ. رواه البخاري ومسلم.

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورتوں کے پاس آنے جانے سے بچو! کسی نے کہا: یا رسول اللہ! شوہر کے بھائی (یا باپ وغیرہ) کا کیا حکم ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شوہر کا بھائی (باپ وغیرہ) تو موت ہے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۱۔ اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ اس بے تکلّف اختلاط اور ارتباط میں کبھی خلوت کا موقع پیش نہ آوے گا۔ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ. رواه الترمذي. (من جريدة "الأنصار" الخامس المحرم ٤٧ هجري)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی عورت سے تنہائی میں ملتا ہے تو ان کے ساتھ تیسرا ساتھی شیطان ہوتا ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(یہ روایات اخبار "الانصار" بابت ۵ محرم ۴۷ھ سے ماخوذ ہیں)۔

۱۲۔اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ اجنبی کے ہاتھ سے ان کا ہاتھ نہ لگ سکے گا۔اس کا ذکران حدیثوں میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: اَلْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ. الحديث رواه مسلم. وعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَأَنْ يُطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِنْ حَدِيدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمَسَّ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ. رواه الطبراني والبيهقي ورجال الطبراني ثقات رجال الصحيح.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاتھ کا زنا (نامحرم) کو پکڑنا ہے۔الحدیث اس کو مسلم (اور بخاری) نے روایت کیا ہے اور معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھو دی جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہیں۔اس کو طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور طبرانی کے راوی ثقات ہیں صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں۔

یہ تو آخرت کی مضرتیں ہیں اور دنیا میں اس مس سے کبھی حرمتِ مصاہرت بھی لازم آجاتی ہے جس سے عمر بھر کے لیے بی بی حرام ہو جاتی ہے۔

۱۳۔اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ اس حالت میں عورتیں زیب و زینت سے نکلیں گی اور میلی کچیلی نکلنے کو ذلت سمجھیں گی۔اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ دَخَلَتِ امْرَأَةٌ مِنْ مُزَيْنَةَ تَرْفُلُ فِي زِيْنَةٍ لَهَا فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّهَا النَّاسُ! انْهَوْا نِسَاءَكُمْ عَنْ لُبْسِ الزِّيْنَةِ وَالتَّبَخْتُرِ فِي الْمَسْجِدِ فَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَمْ يُلْعَنُوْا حَتّٰى لَبِسَ نِسَاؤُهُمُ الزِّيْنَةَ وَتَبَخْتَرْنَ فِي الْمَسَاجِدِ. رواه ابن ماجه.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک عورت قبیلۂ مُزینہ کی زیب و زینت کے لباس میں مٹکتی ہوئی مسجد میں آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہن کر مسجد (وغیرہ) میں

مٹکنے سے روکو، کیوں کہ بنی اسرائیل پر اس وقت تک لعنت نہیں کی گئی جب تک ان کی عورتوں نے زیب و زینت کا لباس پہن کر مسجدوں (وغیرہ) میں مٹکنا اختیار نہیں کیا۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

۱۴۔ اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ عورتیں باہر نکلنے کے وقت عطر وغیرہ نہ لگاویں گی۔ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِيْ مُوْسٰی ﷛ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : أَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰی قَوْمٍ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ وَكُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ. رواه النسائي وابن خزيمة وابن حبان في صحيحهما، ورواه الحاكم أيضا وقال: صحيح الإسناد (من الترغيب والترهيب للمنذري).

ابوموسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو عورت عطر لگا کر مردوں کے پاس سے گزرے تاکہ وہ اس کی خوشبو سونگھیں وہ عورت زنا کار ہے اور ہر آنکھ (جو اس کو دیکھے) زنا کار ہے۔ اس کو نسائی نے (سنن میں) اور ابن خزیمہ وابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں اور حاکم نے بھی (مستدرک میں) روایت کیا ہے اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔ (یہ سب روایات ''ترغیب وترہیب'' منذری سے ماخوذ ہیں)۔

۱۵۔ اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ چہرہ اور کفّین[1] کھولنے کی حالت میں سر اور ساعد[2] اور حلقوم[3] وغیرہ بالکل مستور[4] رہے گا۔ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

عَنْ أَسْمَاءَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَا أَسْمَاءُ! إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَمْ تَصْلُحْ أَنْ يُرٰی مِنْهَا إِلَّا هٰذَا وَهٰذَا، وَأَشَارَ إِلٰی وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ. رواه أبوداود. وقد مرَّ الحديث في أصل التقرير مع درجة هذا الستر)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو یہ جائز نہیں کہ مرد اُس کے کسی عضو کو دیکھیں سوا اس کے اور اس کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا (کہ بس ان دونوں کا کھولنا جائز ہے)۔ اس کو ابوداود نے

---

[1] ہتھیلیاں [2] کلائی [3] گلا [4] چھپا ہوا

روایت کیا ہے اور یہ حدیث اصل جواب میں بھی گزر چکی اور وہاں اس پردہ کا درجہ بھی بتلا دیا گیا ہے۔

۱۶۔ اور اس کا کیا انتظام ہوسکے گا کہ شوہر جب عورت کو ان حدود سے ذرا نکلتا دیکھے گا تو وہ بالالتزام و بالدوام اس کو زجر کیا کرے گا ورنہ دیوّث کی وعید میں داخل ہوگا۔ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَفَعَهُ: ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ أَبَداً الدَّيُّوثُ وَالرَّجُلَةُ مِنَ النِّسَاءِ وَمُدْمِنُ الْخَمرِ، قالوا: فَمَا الدَّيُّوثُ؟ قَالَ: الذِيْ لَا يُبَالِيْ مَنْ دَخَلَ عَلٰى أَهْلِهِ. الكبير مطولا.

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تین شخص کبھی جنّت میں داخل نہ ہوں گے: دیوث، اور مردانی شکل بنانے والی عورتیں، اور ہمیشہ شراب پینے والا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ دیوث کون ہے؟ فرمایا جس کو اس کی پروا نہ ہو کہ اس کی گھر والیوں کے پاس کون آتا ہے کون جاتا ہے؟ اس کو طبرانی نے ''کبیر'' میں طول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۱۷۔ اور اس کا کیا انتظام ہوسکے گا کہ جب مردوں اور عورتوں میں خلا ملا ہو جاوے گا تو کبھی ایسا موقع نہ ہوگا کہ مرد عورتوں کے درمیان چلنے لگے۔ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

(ابن عمر) نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَمْشِيَ الرَّجُلُ بَيْنَ الْمَرْأَتَيْنِ. لأبي داود (من جمع الفوائد).

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو دو عورتوں کے درمیان میں چلنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے (یہ سب روایات جمع الفوائد سے ماخوذ ہیں)۔

۱۸۔ اور اس کا کیا انتظام ہوسکے گا کہ ان کے چلنے میں زیور کی آواز مطلقاً پیدا نہ ہوگی۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ﴾[1]

اور عورتیں اپنے پیروں کو (زمین پر) نہ ماریں تاکہ (مردوں کو) اُن کی مخفی زینت معلوم ہو جائے۔

۱۹۔ اور اس کا کیا انتظام ہوسکے گا کہ باہر نکلنے کے وقت عورتیں مردانہ جوتے نہ پہنیں

[1] النور: ۳۱

گی۔ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

وَعَنْ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: قِيلَ لِعَائِشَةَ: إِنَّ امْرَأَةً تَلْبَسُ النَّعْلَ؟ قَالَتْ: لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الرَّجُلَةَ مِنَ النِّسَاءِ. رَوَاهُ أَبُو دَاود (من المشكاة)

ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا گیا کہ ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے؟ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانی شکل بنانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

۲۰۔ اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ عورت کبھی بدوں محرم کے سفر نہ کرے گی جس کی ممانعت کی احادیث مشہور ہیں۔

تمت التتمة

رفعِ اشتباہ

اور حضور اقدس ﷺ کے عہدِ مبارک پر اس زمانہ کا قیاس صحیح نہیں، نہ مرد ویسے رہے نہ عورتیں ویسی رہیں، نہ باعتبار حالات کے نہ باعتبار خیالات کے، نہ ضرورتیں اُس درجہ کی رہیں اور نہ حدود وتعزیرات باقی رہے جو مفاسد محتملہ کے مانع وقامع تھے۔ ایسے ہی قیاس کی نسبت مولانا فرماتے ہیں:

کارپاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شِیر

فرعِ انتباہ

ان مذکورہ بے انتظامیوں اور بے احتیاطیوں کی حالت میں جو کہ تتمہ میں مذکور ہیں اور ان حالات وخیالات کے تفاوت میں جو کہ رفعِ اشتباہ میں مذکور ہیں، خصوصاً جب کہ اس کے ساتھ تعلیم حال بھی مجتمع ہوجاوے کہ اس وقت اس کی بھی کوشش کی جارہی ہے اور جس کے لیے آزادی و بیباکی لازم یقینی ہے۔ سو اس مجموعی فضا میں جب کہ عورتیں اس شعر کا مصداق ہوجاویں گی:

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی
بازار خویش آتش ما تیز می کنی

اور مرد اس شعر کا مصداق ہوجاویں گے:

ملحد گرسنہ درخانۂ خالی برخواں
عقل باور نہ کند کز رمضان اندیشد

پھر مصلحین کا قوم سے حفظِ عفت کی فرمایش کرنا (جس کی ضرورت کا انکار نہیں ہوسکتا)

بالکل اس شعر کا مصداق ہوگا:

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

كتبه أشرف علي بعد نصف أشهر من كتابة الأصل

ضمیمہ

اس میں تین جزو ہیں: اول کے دو مضمون بعنوان تفریع (بالفاء) وتقریع (بالقاف) اس احقر کے ہیں جس کو رسالہ ''قبول الصواب في شمول الحجاب'' پر (جو کہ مبحث پردہ پر ایک نو تعلیم یافتہ کا جدید روشنی والوں کے مذاق کے موافق لکھا ہوا ہے) بطور تائید کے لکھا تھا اور ایک مضمون مولوی حبیب احمد صاحب کا جو ایک اخباری مشورہ کا جواب ہے فتویٰ بالا کے مناسب ہونے کے سبب اُس کے ساتھ ملحق کردیا گیا ہے۔

جزوِ اوّل تفریع نقلی وشرعی: جو آیات واحادیث اوپر گزری ہیں اور اُن سے جو اصول مستنبط ہوئے جن کا حاصل سدِّ بابِ فتنہ ہے، ان کی بنا پر فقہائے اسلام نے جو کہ حکمائے امت ہیں جو فتاویٰ ارشاد فرمائے ہیں ان میں سے بعض کو نمونہ کے طور پر نقل کیا جاتا ہے:

۱۔ عورت کا جہری نماز میں پکار کر قرأت کرنا جائز نہیں۔

۲۔ عورت کا حج میں لبّیک پکار کر کہنا جائز نہیں۔

۳۔ اگر عورت مقتدی ہو (مثلاً: اپنے زوج یا محرم کے پیچھے گھر میں نماز پڑھ رہی ہے) اور امام کو کچھ سہو ہوگیا تو عورت کو زبان سے بتلانا جائز نہیں، بلکہ ہاتھ پر ہاتھ ماردے تاکہ امام اس کو سن کر سمجھ جاوے کہ میں کچھ بھولا ہوں اور پھر سوچ کر یاد کرلے۔

۴۔ جوان عورت کا نامحرم مرد کو سلام کرنا جائز نہیں۔

۵۔ جب قرأت بالجہر وتلبیہ بالجہر اور سہو امام کے وقت سُبْحَانَ اللّٰہ کہہ دینا جیسا مرد مقتدی کہہ دیتا ہے اور سلام جائز نہیں تو بلاضرورت کلام کرنا یا اشعار سنانا یا خط وکتابت کرنا جو

کہ کلام سے زیادہ جذبات کو ہیجان میں لانے والا ہے یا اخباروں میں مضمون دینا جیسا کہ اس وقت متعارف ہے کہ اپنا پتا اور نشان بھی لکھ دیا جاتا ہے کیسے جائز ہوگا۔

۶۔ اجنبیہ سے بدن دبوانا جائز نہیں۔

۷۔ تو اس کا ہاتھ، ہاتھ میں لینا جیسا جاہل یا بے احتیاط پیر بیعت دست بدست کرتے ہیں، کیسے جائز ہوگا۔

۸۔ اجنبیہ کے بدن سے متّصل کپڑے پر میلانِ نفس کے ساتھ نظر کرنا جائز نہیں۔

۹۔ آئینہ یا پانی پر جو اجنبیہ کا عکس پڑتا ہو اس کا دیکھنا جائز نہیں، اس بنا پر اس کا فوٹو دیکھنا جائز نہیں۔

۱۰۔ اجنبی مرد کے سامنے کا بچا ہوا طعام عورت کو کھانا یا بالعکس اگر نفس کو اس میں لذت ہو مکروہ ہے۔

۱۱۔ رضاعی بھائی اور داماد اور اسی طرح شوہر کا بیٹا (گو یہ سب محارم ہیں) مگر فتنۂ زمانہ پر نظر کر کے اُن سے مثل نامحرم کے پردہ کرنا ضروری ہے۔

۱۲۔ عورت کے بال اور ناخن گو بدن سے جدا ہو گئے ہوں ان کا دیکھنا جائز نہیں ہے۔

۱۳۔ اجنبی عورت کے تذکرے سے نفس کو لذت دینا جائز نہیں۔

۱۴۔ اجنبیہ کے تصور سے لذت لینا حرام ہے۔

۱۵۔ حتیٰ کہ اگر اپنی بی بی سے متمتّع ہو اور تصور اجنبیہ کا کرے وہ بھی حرام ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ بروئے ایک حدیث کے شیطان کا جال ہے۔ جال سے جس قدر احتیاط ضروری ہے اسی قدر اس سے۔

حضرت مولانا رومی رحمہ اللہ نے دفتر پنجم ''سبب کشتن ابراہیم خروس را'' کی سرخی میں اس مضمون کو ایک خاص عنوان سے ارشاد فرمایا ہے:

گفت ابلیس لعین دادار را
دام زفتے خواہم ایں شکار را

اس کے بعد اسباب فتنہ کے پیش کیے جانے کا اور ابلیس کے راضی نہ ہونے کا، پھر سب

کے آخر میں اس زیر بحث جال کو دیکھ کر اُس کے خوش ہونے کا اس کو کافی سمجھنے کا ذکر فرمایا ہے:

چوں کہ خوبی زناں ما او نمود
کہ زعقل و صبر مرداں می ربود
پس زد انگشتک برقص اندر فتاد
کہ بدو زدتر رسیدم بر مراد
چوں بدید آں چشمہائے پُر خمار
کہ کند عقل و خرد را در خمار
واں صفائے عارض آں دلبراں
کہ بسوزد چوں سپند ایں دلبراں
روئے و خال و ابرو و لب چوں عقیق
گوئیا حور تافت از پردہ رقیق
قد چوں سرو خراماں در چمن
خد ہمچوں یاسمین ونسترن
چونکہ دید آں غنج بر جست او سبک
چوں تجلّی حق از پردہ تنک
عالمے شد والہٗ وحیران ودنگ
زاں کرشم و زاں دلال نیک شنگ

جزوِ دوم تقریع عقلی و طبعی: دل دادگانِ تہذیبِ جدید عقل وفطرت ومشاہدہ پر اتنا دم دیتے ہیں کہ اس کے پیچھے اکثر شریعت کو رد کر دیتے ہیں، مگر اس مسئلہ میں کورانہ تقلیدِ یورپ نے اُن کے جذبات و فلسفے کو ایسا چرلیا کہ یہ بھی خیال نہ کیا کہ یہ مسئلہ تو ایسا صریح عقلی بلکہ طبعی ہے کہ اگر شریعت اس سے کچھ بھی تعرض نہ کرتی تو بھی ایک طرف طبعی غیرت اور اخلاقی شرافت اور دوسری طرف واقعات کا مشاہدہ ہر صحیح المزاج، سلیم الفطرت کو پردے کی ضرورت پر مجبور کرتا۔

یہ تو شریعت کا احسان ہے کہ ہمارے قوائے حسیہ ونفسیہ کو تعب سے بچا کر مفت اس مسئلے کی تعلیم فرمادی جس کی ان حضرات نے یہ قدر کی۔ سچ ہے:

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد
صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد
چوں دہد قاضی بدل رشوت قرار
کے شناسد ظالم از مظلوم زار

اس لیے سخت ضرورت ہے کہ اس مضمون کو ان اشعار دعائیہ کے قبل ختم نہ کیا جائے:

اے خدا! کر میرے دل کو بے غرض
ہے غرض دل کے لیے بئس المرض
جب غرض سے دل ہو خالی اے خدا!
بھر دے اپنے عشق سے سر تا بہ پا
اور مرے تن میں بجائے آب و گل
دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل

واللہ المجیب لکل دعاء ومنه الابتداء وإليه الانتهاء.

۲۳ ربیع الثانی ۱۳۴۵ ہجری

جزوِ سوم ایک اخباری مشورہ کا جواب دربارۂ حجاب: ''الانصار'' میں ایک مضمون بعنوان (علمائے اُمّت شرعی پردہ کی تشریح کریں) شایع ہوا ہے جو کہ اخبار ''ہمدرد'' سے ماخوذ ہے۔ اس میں عُلما سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ اس باب میں ایک متفقہ فتویٰ شائع کریں اور بصورت ایسا نہ ہونے کے دھمکی دی گئی ہے کہ جب رفتارِ زمانہ نے وہ کچھ کردیا جو نہ ہونا چاہیے تھا تو کسی کے کیے دھرے کچھ نہ بن سکے گا۔ اور جس طرح انگریزی کی تعلیم کے متعلق مسلمان رو رہے ہیں اور پچھتا رہے ہیں، اسی طرح پردہ کے متعلق بھی کفِ افسوس مَلنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہے گا۔ اور اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار یوں کیا گیا ہے کہ غالباً یہ آزاد خیالی کی

افراط ہے۔ اور ہمارا مروّجہ پردہ تفریط اس افراط وتفریط کے درمیان ایک بہترین راستہ خیر الأمور أوسطها کے بموجب نکالا جاسکتا ہے۔

اس کے متعلق ہم اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علما سے کسی متفقہ فتوی کی توقع رکھنا تو محض فضول ہے، کیوں کہ علما دو قسم کے ہیں: آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے والے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے۔ پس جب کہ ان کے مقصد میں اختلاف ہے تو راویوں میں بھی اختلاف لازم ہے۔ اس کے علاوہ بعض کی نظر عمیق ہوتی ہے اور بعض کی نظر سطحی، اس لیے بھی ان میں اتفاق قریب قریب ناممکن ہے۔ پھر ہندوستان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو علمِ دین سے اصلاً واقفیت نہیں رکھتے اور مذہب میں مداخلت کر کے علما کے منصب کو غصب کر چکے ہیں، اب اگر مذہبی علما اتفاق بھی کرلیں تو ان بہروپیوں کا اختلاف تو بہر حال قائم رہے گا۔ پس جب کہ کسی امر پر اتفاق ناممکن ہے اور عدم اتفاق کی صورت میں عورتوں کا پردہ دری پر اُتر آنا لازم ہے جیسا کہ مضمون نگار کا بیان ہے، تو اب ہمیں بجز فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ پڑھنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔ اور ہمیں اس پردہ دری اور اُس کے شرم ناک نتائج کے دیکھنے کے لیے اسی طرح آمادہ رہنا چاہیے جس طرح ہم انگریزی کے خطرناک نتائج دیکھ رہے ہیں۔

مضمون نگار میں اگر ایمان وانصاف کا کوئی حصّہ ہوتا تو وہ اُن لوگوں کی رائے کی قدر کرتا جو انگریزی پڑھنے کو کفر کہتے تھے، کیوں کہ واقعات نے اُن کے خیال کی صحت کو روزِ روشن کی طرح صحیح ثابت کردیا ہے۔ چناں چہ آج جس قدر فتنے اسلام اور مسلمانوں کو تباہ وبرباد کر رہے ہیں سب انگریزی پڑھنے کی برکات ہیں۔ چناں چہ کسی طرف سے آواز آتی ہے کہ مذہب ہماری پستی اور تباہی کی جڑ ہے اس کو چھوڑ دو۔ کسی طرف سے شور ہوتا ہے کہ سود نہ لینا ہی مسلمانوں کی تباہی کا ذمہ دار ہے اس لیے خوب سود لو۔ کوئی آواز دیتا ہے کہ پردہ ظلم ہے، وحشت ہے، مانع ترقی ہے اسے ہٹادو۔ کوئی چیختا ہے کہ خدا نے کم سِنی کی شادی کو جائز رکھ کر قوم کو نقصان پہنچایا اسے منسوخ کردو۔ کوئی کہتا ہے کہ شادیوں کے امتیاز نے ہماری قومی منافرت کو بڑھا دیا ہے اور یہ خدا کی غلطی ہے، اس لیے اسے منسوخ کر کے مخلوط شادیوں کو رواج دو۔ کوئی کہتا ہے کہ پرانی فقہ نے ہمیں تباہ کردیا، نئی فقہ بناؤ جس میں تمام حرام چیزیں

حلال کردی جائیں۔ کوئی کہتا ہے کہ جبریہ تعلیم کے ذریعہ سے اسلام کا خاتمہ کردو وغیرہ وغیرہ۔

الغرض دنیا میں ہر طرف یہی شور ہے اور یہ شور صرف انگریزی والوں نے اٹھا رکھا ہے جس میں دنیا پرست مولوی بھی شریک ہوگئے ہیں۔ اور یہ تمام واقعات اس کی تصدیق کررہے ہیں کہ اُن بزرگوں کی رائے نہایت صحیح تھی جو انگریزی کو اسلام کے لیے خطرناک سمجھ کر مسلمانوں کو اس سے بچنے کی رائے دیتے تھے، لیکن مضمون نگار بجائے اُن کی تصویب کے الٹا اُن کو بے وقوف بتاتا ہے اور یہ بھی اسی انگریزی کا اثر ہے۔ نیز وہ کہتا ہے کہ جس طرح مسلمان آج انگریزی کی مخالفت پر رورہے ہیں یوں ہی وہ کل پردہ مروّجہ کی حمایت پر پچھتائیں گے۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ جو مسلمان انگریزی کے مخالف تھے نہ کبھی پچھتائے اور نہ وہ پچھتائیں گے۔ جو پردہ مروّجہ کی حمایت کرتے ہیں بلکہ جس طرح مخالفینِ انگریزی آج اپنی رائے کی صحت پر نازاں ہیں یوں ہی حامیانِ پردہ پردہ دری کے مفاسد کو دیکھ کر کل کو اپنی رائے کی صحت پر نازاں ہوں گے۔ جب کہ ہندوستان اعلانیہ زنا اور فسق و فجور کی وجہ سے رشکِ یورپ ہوگا، اور نہ ہندوستان میں کوئی صحیح النسب ملے گا اور نہ کوئی شریف۔ اور اس سے زیادہ اس وقت خوش ہوں گے جب کہ مرنے کے بعد ان ظالموں کو اُن کی بغاوتوں کی سزا دی جائے گی، اور ان کو ان کی حریت اور تمدن کا مزہ چکھایا جاوے گا۔

الغرض نہ مسلمانوں کو انگریزی کی مخالفت پر پچھتانے کی کوئی وجہ اور نہ پردۂ مروّجہ کی حمایت پر۔ اگر بددینوں نے انگریزی کے باب میں علما کی مخالفت کی تو اپنا ہی ضرر کیا، علما کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اسی طرح اگر وہ اب پردہ کی مخالفت کریں گے تو بھی اپنا ہی نقصان کریں گے اور علما کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ رہی یہ بات کہ علما اگر کسی معتدل بات پر متفق ہوجاویں تو اس فتنہ کی آگ رُک سکتی ہے، سو یہ بھی غلط ہے، کیوں کہ جن باتوں پر علما متفق تھے ان میں اہلِ ہویٰ نے کب ان کا ساتھ دیا۔ اسی طرح اگر پردہ کے باب میں وہ متفق ہوجاویں تو جن کے دماغوں میں حریت کی ہوا بھر چکی ہے اور جن کو آزادی کی چاٹ لگ گئی ہے، وہ علما کے فتویٰ کو کب مانیں گے؟

ایسی حالت میں علما کو حق پر قائم رہنا لازم ہے، خواہ اہلِ ہویٰ اُن کے ساتھ موافقت کریں یا مخالفت۔ علما صحیح راستہ بتانے کے ذمہ دار ہیں اور لوگوں کے عمل کے ذمہ دار نہیں۔

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ﴾[1]

اب ہم مضمون نگار کی اس رائے کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں جس کو اس نے خَيْرُ الْأُمُوْرِ أَوْسَطُهَا کہا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ مضمون نگار کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ عورتوں کو اتنا مقید کیا جاوے کہ وہ گھروں کے اندر محبوس رہیں اور نہ اتنا آزاد کہ کھلے بندوں پھریں، بلکہ ان کو برقع میں لپیٹ کر آزادی دی جائے جیسے مسٹر محمد علی آزاد ہیں۔ لیکن اس میں اوّل تو یہ کلام ہے کہ یہ تجویز آپ نے قانونِ شرعی کی بنا پر کی ہے یا اپنی ذاتی رائے سے؟ اگر آپ نے یہ تجویز کسی شرعی قانون کی بنا پر کی ہے تو اس کو پیش کیا جاوے، اور اگر ذاتی رائے سے کی ہے تو آپ کو کیا حق ہے کہ آپ دینِ الٰہی میں اپنی رائے کو دخل دیں، اور اگر آپ نے یہ تجویز خير الأمور أوسطها سے استنباط کی ہے تو پھر ہمیں منتظر رہنا چاہیے کہ آپ ایک دن توحیدِ خالص کو افراط اور شرکِ ہنود کو تفریط قرار دے کر عیسائیوں کی تثلیث کو خير الأمور أوسطها قرار دیں گے۔

اے اللہ کے بندو! تم کیوں خدا کے دین کے پیچھے پڑے ہو اور تم نے کیوں اس کی تباہی کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے؟ اگر تم درحقیقت اسلام سے گھبرا گئے ہو اور تم کو خدا کے قوانین كما هي[2] تسلیم نہیں تو صاف اپنے ارتداد کا اعلان کردو۔ دوسرے مسلمان تو تمہارے شر سے بچ جائیں گے۔ اسلام کا دعویٰ کرنا اور خدا کے دین کو ظلم اور جبر اور خلافِ مصلحت بتلا کر اس کی تحریف کرنا بالکل انسانیت کے خلاف ہے۔

ہم صاف کہتے ہیں کہ پردہ مروّجہ بھی اس پردہ سے گرا ہوا ہے جس کو شریعت لازم کرتی ہے، کیوں کہ اُس میں بہت سے غیر محرموں سے پردہ نہیں کیا جاتا، جیسے: چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی۔ اور نہ جن سے پردہ کیا جاتا ہے ان سے پردہ میں کافی احتیاط برتی جاتی ہے۔ اس لیے شرعاً اسے اور سخت کرنے کی ضرورت ہے اور اس میں کوئی تخفیف نہیں ہوسکتی۔ پردے سے شریعت کا مقصود عفت ہے۔

پس جو طریق ایسا اختیار کیا جاوے جس میں عفت پر برا اثر پڑے وہ شرعاً ناجائز ہے،

---

[1] البقرة: ۱۲۰ [2] حقیقت

خواہ عورتیں کھلے منہ پھریں یا بُرقع اوڑھ کر، کیوں کہ جب کوئی عورت برقع اوڑھ کر غیر مردوں کے ساتھ اختلاط کرے گی اور ان سے بے تکلّف باتیں کرے گی تو اوّل تو مرد اس کی ذاتی حیثیت کو (کہ خوب صورت ہے یا بدصورت جوان ہے یا بوڑھی وغیرہ) خود نظر سے اور اندازِ گفتگو سے بھانپ لیں گے۔ اور اگر بالفرض نہ بھانپ سکیں تو وہ ان باتوں کے معلوم کرنے کی کوشش کریں گے جس سے عفّت خطرہ میں پڑ جاوے گی۔ دوسرے خود عورتیں برقع کی جالی سے مردوں کو دیکھیں گی اور چوں کہ عورتوں میں بھی جذبات شہوانی ہوتے ہیں، اس لیے جو مرد انھیں پسند ہوگا اُس کے پھانسنے کی وہ خود کوشش کریں گی۔

اور جب عورتیں خود طالب ہوں گی تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ برقع کیا کام دے سکتا ہے۔ اس لیے برقعہ کے ساتھ عورتوں کو مردوں کے ساتھ ربط ضبط اور خلا ملا کی اجازت دینا ضرور شرعی مقصد کے خلاف ہے اور وہ بھی بے پردگی میں داخل ہے۔ اسی وجہ سے جس طرح شارع نے مردوں کو غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے منع کیا ہے، یوں ہی اُس نے عورتوں کو بھی غیر مردوں کے سامنے سے روکا ہے۔ چناں چہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اُمّہات المؤمنین کے اس سوال کے جواب میں کہ ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا ہیں وہ ہم کو نہیں دیکھ سکتے، اس لیے اُن سے پردہ کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا تھا کہ وہ نابینا ہیں تم تو نابینا نہیں ہو۔ پس اگر وہ تم کو نہ دیکھیں گے تو تم تو انھیں دیکھو گی پھر پردہ کیا ہوا؟ اس سے شرعی پردہ کی حقیقت خوب واضح ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور اُن کے بعد کے مسلمانوں سے کہیں منقول نہیں کہ وہ اپنی بیبیوں اور رشتہ داروں کو برقع اوڑھا کر اپنے ساتھ لیے پھرتے ہوں اور ان کو مردوں کے مجمع میں شریک کرتے اور ان سے لیکچر دلاتے اور تقریریں کراتے اور دوست آشناؤں سے ملاقاتیں کراتے ہوں۔

پس اگر شرعی پردہ وہ ہوتا جس کو آج خیر الأمور أوسطها کہا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ حضرات عورتوں کو اس طرح مقیّد کرتے اور آزاد خیالوں کے خیال کے موافق ان پر ظلم کرتے۔ دیکھو! جس جہاد سے واپسی میں واقعۂ افک[1] پیش آیا ہے، اس میں جناب رسول

[1] تہمت۔

اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں مگر برقع پہنے ہوئے اور آزادانہ نہ تھیں بلکہ آج کل کی عورتوں کی طرح محمل[1] میں تھیں۔ اسی طرح جنگِ جمل میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا برقع پوش نہ تھیں بلکہ محمل میں تھیں۔ اگر اس زمانہ میں برقع پہن کر آزادانہ پھرنے کی اجازت ہوتی تو محمل کی کیا ضرورت ہوتی، اور اس زمانہ میں برقع پہن کر شہروں میں اور جنگلوں میں اور مجمعوں میں عام طور پر پھرنا کیوں نہ منقول ہوتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو حقیقت شرعی پردہ کی آج بتائی جارہی ہے وہ، وہ ہے جس سے نہ جناب رسول اللہ ﷺ واقف تھے، نہ صحابہ، نہ تابعین اور نہ ائمہ مجتہدین اور نہ دوسرے مسلمان، پھر علما اس کو شرعی پردہ قرار دے کر اس کے جواز کا فتویٰ کیوں کر دے سکتے ہیں۔

صاحبو! جرائم ہمیشہ سے ہوتے رہے ہیں۔ چناں چہ لوگ چوری بھی کرتے ہیں، شراب بھی پیتے ہیں، زنا بھی کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ سو اگر تم کو بھی جرائم کا شوق ہے تو شوق سے کرو، مگر خدا کے لیے قانونِ الٰہی کو نہ بدلو اور جرائم کو خدا کے قانون میں داخل نہ کرو۔ بلکہ جرم کو جرم سمجھو، اپنے کو گناہ گار سمجھو، دوسروں کو بد دینی کی دعوت نہ دو۔ ایسا کرنے سے تم مسلمان رہ سکتے ہو، اور قانونِ الٰہی کی تحریف کر کے حرام کو قانونِ خداوندی میں داخل کر کے خدا کو نَعُوذُ بِاللّٰہِ جاہل سمجھ کر دوسروں کو خدا کے دین سے روک کر تم مسلمان نہیں رہ سکتے۔

تمت الضميمة وبتمامها تمت الفتوىٰ بجميع أجزائها و لواحِقها.

---

[1] اور حسبِ تصریح حدیث بخاری محمل کو چند آدمی اونٹ پر رکھ دیتے تھے اور اتارنے کے وقت اتار لیتے تھے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اسی میں رہتی تھیں۔ اور یہی سبب واقعہ افک کا پیش آیا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لیے محمل سے باہر پردہ کی جگہ تشریف لے گئی تھیں، ادھر قافلہ روانہ ہونے لگا۔ صحابہ نے ان کے محمل کو یہ سمجھ کر اونٹ پر رکھ دیا کہ حضرت صدیقہ اس میں موجود ہیں۔ صدیقہ واپس آئیں تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اس طرح سفر میں محمل کے اندر رہ کر اونٹ پر سوار ہونا اور اترنا ہمارے زمانہ کی مروّجہ ڈولی کے لیے اصل عظیم ہے۔ محمد شفیع دیوبندی عفی عنہ۔

ضروری اطلاع

حَـامِـدًا وَّمُصَلِّيًا ۔مسئلہ پردہ کے متعلق دوقسم کے مباحث ہیں: نقلی اور عقلی۔ یہ رسالہ جس سوال کا جواب ہے وہ چوں کہ محض قسمِ اول کے متعلق تھا اس لیے رسالہ ہذا میں اُسی سے تعرض کیا گیا۔ اگرکسی صاحب کے مباحثِ عقلیہ دیکھنے کا شوق ہو تو ایک رسالہ مسمیٰ ''الجليس الأنيس عمّا في تحرير المرأة من التلبيس'' ایک مصری عالم کا تصنیف کیا ہوا مصر میں چھپا ہے، اس کو ملاحظہ فرمائیں کہ وہ نقلیات کے ساتھ عقلیات کا بھی جامع ہے۔ گو یہ رسالہ نقلیات میں بعونہ تعالیٰ غالباً اس سے زیادہ لطیف ہے۔

فقط اشرف علی عفی عنہ

اَلْقَوْلُ الصَّوَابُ فِي تحقيق مَسْأَلَةِ الْحِجَابِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا

عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آں عزیز نے خط میں لکھا ہے کہ پردۂ مستورات کے متعلق میں کچھ غور کرنا چاہتا ہوں شاید کچھ لکھوں۔ اگر موقع ہو تو اس کے متعلق جہاں تک آیاتِ قرآنی اور احادیث وغیرہ ہوں وہ میرے پاس بھیج دیجیے۔ یہ بھی مطلع فرمائیے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور صاحب زادیوں کا کیا لباس تھا؟ اور اس وقت پردہ کی کیا حد تھی؟ اور کب سے یہ شدّت کا پردہ رائج ہے۔ اس عبارت کے چند حصّے ہیں:

ایک تمہید، دوسرے درخواست آیات اور احادیث کی، تیسرے تحقیق لباس ازواجِ مطہرات و بناتِ مقدسات، چوتھے اس زمانہ کے پردہ کی حد کا سوال، پانچویں اس پردۂ مروجہ کی ابتدا کا دریافت کرنا اس لیے جواب کا کافی ہونا۔ پانچوں اجزائے متعلق لکھنے پر موقوف معلوم ہوا۔ لہٰذا بالترتیب سب قلم بند کرتا ہوں بفضلہٖ تعالیٰ وعونہ۔

حصۂ اول تمہید

عزیزِ من! اس وقت بنظر تحقیق کسی امر میں غور کرنے کے لیے دو شرط کی ضرورت ہے: اولاً وہ امر دقیق اور نظری ہو، کیوں کہ اگر بدیہی اور واضح ہے تو غور محض بے کار ہے۔ ثانیاً ہم لوگوں سے پہلے ہم سے بڑے درجہ کے لوگوں نے جو قوتِ علمیّہ و تائید من اللہ اور طلبِ صادق و نظرِ غائر فکرِ صائب اور حبِّ دین اور سلاستِ طبع اور مُنصِف مزاجی اور خوفِ خدا اور اتباعِ حق اور مجاہدۂ نفس و مخالفتِ ہویٰ و حریتِ خالصہ وغیرہا صفاتِ جمیلہ کاملہ میں ہم سے ہزارہا درجہ بڑھے ہوئے تھے، اس امر میں تحقیق اور کلام نہ کیا ہو، اور کلام کرکے فیصل اور طے نہ کردیا ہو۔ کیوں کہ اگر اس درجہ کے لوگوں نے کوئی امر ثابت کردیا ہے، ظاہر ہے کہ وہ امر نہایت درجہ منقح و محقّق ہوگا۔ اس میں فکر کرنا ایسا ہے جیسا عام رعایا قوانین مروّجہ پارلیمنٹ میں نظر ثانی کرنے لگے اور اتباع و اِطاعت کو اپنی نظر کی رسائی پر موقوف رکھے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ ایک گونہ بغاوت کا شعبہ سمجھا جائے گا۔

اب ہم پردہ کے مسئلہ کو جو دیکھتے ہیں اس میں یہ دونوں شرطیں مفقود پاتے ہیں، کیوں کہ یہ مسئلہ اولاً نہایت بدیہی ہے۔ چناں چہ عنقریب آیات و احادیث کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا۔ ثانیاً اس درجہ کے لوگ جو کہ باجماعِ اُمتِ مرحومہ (جس کا مرتبہ اور قوت کثرتِ آرا سے ہزارہا درجہ زیادہ ہے) مقتدائے ملّت اور پیشوائے شریعت مسلّم ہوچکے ہیں اس کو طے اور ختم کرچکے ہیں۔ البتہ اتنی خدمت کے لیے حامیانِ دین اور خادمانِ مذہب ہمیشہ تیار اور آمادہ ہیں کہ اگر کسی طے شدہ مسئلہ میں خواہ وہ منصوص ہو یا اجماعی اور علی سبیل الترقی خواہ اجتہادی ہو کسی مخالف کو اعتراض یا کسی موافق کو شبہ اور خلجان ہو، بشرطیکہ اصولِ صحیحہ کے موافق اس کو پیش کیا جائے اور انصاف اور کسی خاص جماعت کی تقلید یا کسی خاص غرض کی اتباع سے آزادی کے ساتھ اس کا جواب سننے اور سمجھنے کا وعدہ کیا جائے تو کسی وقت یہ حامیانِ مذہب جواب دینے سے اور اس جواب کے جواب الجواب دینے سے عذر یا انکار کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن اس

کے ساتھ ہی اس کا کوئی ذمہ دار نہیں کہ دوسرے شخص کو ہدایت بھی ہو جائے، کیوں کہ یہ امر مجیب یا مصلح کے اختیار سے خارج ہے ورنہ آج ساری دنیا ایک طریقہ پر نظر آتی۔

یہ مضمون جو تمہید کے متعلق ہے خصوصیّت کے ساتھ باوجود سلیس ہونے کے بہت ہی غور کے قابل ہے۔

دوسرا حصّہ درخواست آیات واحادیث کی

ان آیات واحادیث کے ساتھ ترجمہ تو ظاہر ہی ہے کہ ضروری تھا، اس لیے ترجمہ ہی کی تکمیل کے لیے بہت ہی مختصر مختصر اور سلیس سلیس توضیحات کا بھی ساتھ ساتھ لکھ دینا مناسب بلکہ واجب معلوم ہوا تا کہ فہم میں ترجمہ سے سہولت اور ان توضیحات سے اعانت ہو۔ لیکن یہ اعانت موقوف تھی چند اصولِ موضوعہ پر جو بہت صاف اور بالکل صحیح ہے، اس لیے اول اُن اصولِ موضوعہ کی تقریر کیے دیتا ہوں۔

اصولِ موضوعہ: ۱۔ زمانۂ نزولِ وحی میں بمقتضائے حکمتِ الٰہیہ جلیہ یا خفیہ بعض احکام میں نسخ و تبدّل بھی واقع ہوا ہے۔ اس میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ چند روز تک ایک حکم نازل نہیں ہوا پھر نازل ہو گیا۔ اور اس نسخ کی مثال عاداتِ مسلّمہ میں اختلافِ حالِ مریض سے طبیب کا نسخہ بدل دینا ہے۔

۲۔ بعض یا اکثر احکام میں دو درجے شریعت میں مقرر ہیں: عزیمت یعنی حکمِ اصلی جو کہ شرعاً مقصود ہے، اور رخصت یعنی وہ آسانی جو کسی اور ضرورت سے اس عزیمت میں تجویز کی گئی ہے۔ اور اس رخصت کے برتاؤ کو اصلی حکم سمجھ لینا ایسا ہی غلط ہے جیسا اتوار کی تعطیل کو دیکھ کر حکام عدالت کا اصلی منصبی فرض اسی کو سمجھ لینا کہ وہ اپنے بنگلوں اور کوٹھیوں میں پڑے آرام کیا کریں اور اگر کوئی درخواست دے تو واپس کر دیا کریں۔

۳۔ جس چیز کو حرام یا جرم قرار دیا جاتا ہے جتنے افعال یا امور اس حرام یا جرم کے وسائل اور ذرائع ہوں بوجہ اعانتِ جرم کے وہ بھی حرام اور جرم ہو جاتے ہیں، گو خصوصیّت کے ساتھ

ان افعال یا امور کو نام بنام جرم نہ شمار کیا گیا ہو۔ مثلاً: استحصال[1] بالجبر جرم ہے تو جتنی صورتیں اس جرم کی ہوں گی مثلاً: ڈرانا، دھمکانا، کوٹھڑی میں بند کردینا وغیرہ وغیرہ سب جرم ہوں گے۔ گو یہ سب امور مفصّل جدا جدا دفعات جرم کے تصریحاً نہ گِنے گئے ہوں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی امر منجملہ جرائم ایسا ہو کہ جس کو خصوصیّت کے ساتھ بھی روکا گیا ہو اور اس طرز سے بھی اس کی ممانعت ثابت ہوئی ہو، ان اصولِ موضوعہ کے بعد ان آیات و احادیث کی ایک کافی مقدار (گو وہ محیط اور مستوجب نہیں) نقل کرتا ہوں۔

آیات

۱۔﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْأُوْلٰی﴾[2]

قرار رکھو اپنے گھروں میں، اور پہلے زمانۂ جہالت کی طرح اظہار کرتی مت پھرو۔

اس آیت میں گو خطاب ازواجِ مطہرات کو ہے لیکن سیاق وسباق میں یعنی اُس کے متصل اگلے اور پچھلے کئی حکم یقیناً عام ہیں جیسے: ﴿فَلَا تَخْضَعْنَ﴾ اور ﴿قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ اور ﴿وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ﴾ اور ﴿اٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ﴾ تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ اس کو من کل الوجوہ خاص کہنا نہایت مستبعد ہے۔ پھر خود آیت ہی میں غور کرنے سے خصوصیّت کا احتمال نہیں، کیوں کہ ﴿وَقَرْنَ﴾ کے بعد اس کے تیمّم کے لیے اس کے مقابل کو منع فرمایا گیا: ﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْأُوْلٰی﴾[3] اور ظاہر ہے کہ مقابلہ مقتضی ہے کہ عدم[4] قرار سے روکنا منظور ہے اُس عدم قرار کو ﴿تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ﴾ سے تعبیر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ عدم القرار مذموم ہونے میں مثل ﴿تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ﴾ کے ہے۔ اور یہ یقینی ہے کہ یہ تتمہ ہے ﴿وَقَرْنَ﴾ کا، اور تتمہ کسی شے کا حکم میں اسی شے کے ہوتا ہے، تو اگر ﴿وَقَرْنَ﴾ کو خاص کہا جائے گا تو ممانعت ﴿تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ﴾ کی بھی خاص ہوگی، حالاں کہ کوئی متدیّن یا عاقل اس

---

[1] یعنی کسی سے اس کی مرضی کے خلاف جبراً کوئی مال وغیرہ حاصل کرنا۔ محمد شفیع عفی عنہ [2] الأحزاب: ۳۳

[3] اور قدیم زمانۂ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو۔ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔

[4] یعنی عدمِ قرار فی البیوت (گھروں میں نہ ٹھہرنے) سے۔ محمد شفیع عفی عنہ۔

کا قائل نہیں ہوسکتا کہ عام اُمت کی بیبیوں کو اظہارِ جاہلیت مباح یا جائز ہے۔ جب یہ عام ہے اور ﴿وَ قَرْنَ﴾[1] بوجہ ذی تتمہ ہونے کے گویا اس کا عین ہے پس ﴿قَرْنَ﴾ بھی عام ہوگا، اس کے علاوہ عقل بھی عدم خصوصیّت کا حکم کرتی ہے، اس واسطے کہ ہر حکم میں کوئی حکمت ہوتی ہے کبھی وہ خفی ہوتی ہے جس کی تفتیش کے ہم مکلّف نہیں، اور کبھی جلی اور واضح ہوتی ہے۔ سو اعتبار احکام میں ایسی حکمت کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ جس مقام کی یہ آیت ہے اس میں نظر کرنے سے اس کے پاس ایک جملہ نظر آتا ہے: ﴿لَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ﴾ یعنی نرم لہجہ سے بات مت کرو اور اس کے ساتھ ہی اس کی وجہ ارشاد فرمائی ہے: ﴿فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾ یعنی جس کے قلب میں روگ اور خرابی ہے اس کو ناحق ہوس اور طمع دامن گیر ہوگی۔

اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ اس مقام پر یہ بولنے چالنے کا سلیقہ یا گھروں میں بٹھلانے کا طریقہ جو مقرر کیا گیا ہے اس کی خاص حکمت انسداد ہے فتنۂ مکالمت ومخالطت کا۔ جب یہ حکمت خود نفسِ آیت سے مفہوم ہوچکی اب ظاہر ہے کہ جہاں حکمت اور علت ہوگی یہ احکام بھی وہاں ضروری ہوں گے۔ اور یقینی ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن جو حسب آیت ﴿وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ مسلمانوں کی مائیں ہیں اور اسی وجہ سے تمام امت کے مردوں کو اُن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام تھا۔ چناں چہ نص ہے: ﴿وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا﴾[2] نیز طبعی اور عقلی طور پر بھی یہ امر معلوم ہے کہ علوشان اور عظمت مرتبہ بھی اعظم اسباب انسداد حرکت نفسانیہ سے قدرتی طور پر ہے۔ جب باوجود اس مانع دینی وفطری کے ازواجِ مطہرات کو حکم ہوا ہے قرار فی البیوت[3] کا تو دوسری عورتوں کے لیے اول تو بدرجۂ اولیٰ اور نہیں تو کم از کم بدرجۂ مساوی ہی سہی ضرور قرار فی البیوت کا حکم ہوگا، ورنہ فتنۂ خفیفہ کا انتظام

---

[1] یعنی لفظ قرن سے جو گھروں میں رکے رہنے کا حکم عورتوں کو دیا گیا ہے یہ سب عورتوں کے لیے عام ہوگا جیسا کہ اس کے تتمہ یعنی اظہارِ جاہلیت کی ممانعت سب کے لیے باتفاق عام ہے۔)

[2] الأحزاب: ۵۳ (اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آں حضرت ﷺ کے بعد آپ کی ازواج سے کسی وقت نکاح کرو)

[3] وإليه الإشارة في قوله تعالیٰ: ﴿لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ﴾ یعنی آیت قرآنی کہ تم سب عورتوں کی طرح نہیں، اس میں اسی خصوصیّت کی طرف اشارہ ہے۔)

کرنا اور فتنۂ عظیمہ کا انتظام نہ کرنا صاف انقلاب ہے فطرت کا جو کسی طرح قائل ہونے کے قابل نہیں۔ البتہ اس کی گنجایش ضرور ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے قرار فی البیوت میں اُن کے معظّم و محترم ہونے کو بھی جزوِ علت کہا جائے، یعنی ان کے علوِ شان کا بھی مقتضا یہ ہے کہ وہ ہر کس و ناکس کے روبرو نہ ہو جایا کریں۔ اور دوسری علت وہی ہے جس کا مفہوم[1] من النص ہونا مذکور ہو چکا ہے۔ پس ان باب میں علت یہ مجموعہ ہوا اور عام نساء کے باب میں علت صرف سدِّ فتنہ ہوا۔

پس اتنی خصوصیّت کے اعتبار سے اگر اس خطاب کو خاص کہا جائے تو صحیح ہے، لیکن اس سے قرار فی البیوت کے وجوب کا خاص ہونا لازم نہ آیا، البتہ قرار للاحترام کا خاص[2] ہونا بے شک ثابت ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ چوں کہ احترام ان کے لوازم سے ہے، اس لیے اگر ان کے خروج عن البیوت میں فتنہ بھی نہ ہو جب بھی بلا ضرورت ان کے لیے حرام ہے۔ اور دوسری عورتیں اگر بوجہ کبرِ سن وغیرہ کے محلِ شہوت و فتنہ نہ رہیں تو اُن کو چہرہ اور دونوں کفِ دست کھول دینے کی شرعاً اجازت ہے۔ اسی جگہ سے بعض علما نے لکھ دیا ہے کہ حجاب کی فرضیت حضرات ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی خصوصیات سے ہے جس کا حاصل دوسرے طالب علمانہ عنوان میں یہ ہے کہ حجاب ازواجِ مطہّرات رضی اللہ عنہن کے حق میں واجب لغیرہ ہے، لیکن نفسِ وجوب دونوں میں مشترک ہے۔

اور یہی مقصود پردۂ متعارف کا ہے کہ جوان[3] یا میانہ عمر عورت کو نامحرم کے روبرو ہو جانا حرام ہے گو حرمت لغیرہ ہو۔

۲۔ ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ۭ﴾[4]

اور جب تم ان بیبیوں سے کوئی چیز مانگنے لگو تو آڑ کے پیچھے سے مانگو، اس میں زیادہ پاکی ہے تمہارے دلوں کی بھی اور اُن کے دلوں کی بھی۔

یہ آیت بھی صاف بتلا رہی ہے کہ حجاب جس کی حقیقت پردہ متعارف ہے بہت ضروری

---

[1] یعنی گھروں میں رہنے کا [2] آیتِ قرآنی سے [3] اور سپر ددار کا حکم آگے آتا ہے [4] الأحزاب: ۵۳

اور اہتمام کے قابل ہے کہ باوجودیکہ چیز مانگنا ایک گونہ ضرورت بھی ہے لیکن اس ضرورت کے ساتھ بھی رفعِ حجاب کی اجازت نہیں ہوئی، بلکہ اس حالت میں بھی صیغۂ امر کے ساتھ جو شرعاً و عقلاً وجوب[1] کو مفید ہوتا ہے حفاظتِ حجاب کا خطاب کیا گیا، تو بھلا جہاں یہ ضرورت بھی نہ ہو یا اس سے خفیف ضرورت ہو جیسے: ہوا خوری یا توسیعِ معاملاتِ دنیا تو وہاں بے حجابی کی کب اجازت ہوگی، اور ہر چند کہ یہ آیت بھی حضرات ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی جو علت اس حکم کی فرمائی گئی ہے یعنی اس حجاب کا ذریعہ طہارت قلوب ہونا وہ بدلالۃ النص یعنی درجۂ اولیت میں بتلا رہی ہے کہ جہاں لوث[2] کا احتمال غالب بھی نہ ہو اور وہاں یہ احتیاط واجب کی جائے تو جس جگہ یہ احتمال غالب ہو تو احتیاط اور زیادہ واجب ہوگی۔ اور حضرات ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں لوث کا احتمال مفقود ہونا اور دوسری جگہ موجود ہونا ظاہر ہے اور اوپر کی آیت کے ذیل میں اس کی مدلّل تقریر بھی کردی گئی ہے۔ البتہ لعینہٖ اور لغیرہٖ کا فرق یہاں بھی گنجایش رکھتا ہے سو یہ فرق ہمارے مقصود میں خلل انداز نہیں جیسا اوپر گزر چکا۔

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾[3]

اے پیغمبر! کہہ دیجیے اپنی بیبیوں سے اور صاحب زادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے کہ نیچے لٹکا لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں، اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آواز نہ دی جایا کریں گی۔

اس آیت میں تعلیم ہے گھر سے باہر نکلنے کے ضابطہ کی جو کسی ضرورتِ سفر وغیرہ سے واقع ہو کہ اس وقت بھی بے حجاب مت ہو بلکہ اپنی چادر کا پلّہ اپنے چہرہ پر لٹکا لیں تاکہ چہرہ کسی کو نظر نہ آئے۔ ظاہر ہے کہ اس تصریح کے بعد اس کہنے کی گنجایش کب ہے کہ چہرہ کا چھپانا فرض و واجب نہیں ہے۔ نصِ قطعی دلالتِ قطعی اور اس میں آیاتِ سابقہ سے اس قدر مزید اور ہے کہ عام مسلمانوں کی بیبیوں کو لفظاً بھی شامل کرایا گیا جس میں خصوصیّت کا وہم سرسری نظر

---

[1] یعنی جو حکم صیغہ امر کے ساتھ مذکور ہو عقلاً اور شرعاً اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ جس کام کا امر کیا گیا ہے وہ واجب ہے۔ [2] فسادِ خیال کی آلودگی [3] الأحزاب: ۵۹

سے بھی نہیں ہوسکتا۔ البتہ لعینہ لغیرہ کے فرق کے انکار کی ہم کو ضرورت نہیں، اور یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اس سے ان کو جلدی پہچان الخ۔ اس کا قصّہ یہ ہے کہ اس وقت بعض منافقین کنیزوں کو اپنی خباثتِ باطنی سے دق کیا کرتے تھے تو اس ہیئت میں علاوہ ادائے فرض حجاب کے یہ بھی حکمت ہے کہ اس سے بی بی لونڈی کی پہچان بھی ہو جائے گی، کیوں کہ لونڈیوں کو کھلے منہ رہنے کی اجازت تھی نہ اس وجہ سے کہ ان کا بدن چھپانے کی چیز نہیں (کیوں کہ اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ[1] نے مطلق عورت کو پردہ کی چیز بتادیا ہے، اور عقلاً بھی مرغوب فیہ ہونے میں مشترک ہے) بلکہ صرف اس وجہ سے کہ ان کو منہ وغیرہ چھپانے کی تاکید میں ان کے منصبی خدمات خلل پذیر ہوتے ہیں، اس ضرورت سے اس حکم میں آسانی برتی گئی۔ اور چوں کہ اس کی ضرورت آزاد عورت کی ضرورت سے زیادہ تھی، اس لیے اس کے اعضائے مکشوفہ کا عداد بھی کچھ زیادہ ہے۔ (نمبر۲۔ اصول موضوعہ)

تو حاصل آیت کا یہ ہوا کہ بیبیوں کی بے حجابی سے لونڈیوں کی حفاظت تو ہو ہی نہ جائے گی، بلکہ یک نہ شد دو شد کا مضمون ہو جائے گا، اس لیے تم کو تو وضع اصلی کے چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اس میں تمہاری حفاظت بھی سہل ہے اس لیے تم تو اس کی پابند رہو۔ باقی کنیزوں کی حفاظت کا دوسرا انتظام ہوسکتا ہے۔ چناں چہ اس سے اگلی آیت میں ان کو خوب دھمکایا ہے کہ اگر وہ باز نہ آئیں گے تو ان کے اخراجِ بلد اور قتلِ عام کا حکم دیا جائے گا: ﴿لَـئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ﴾ إلٰى قوله ﴿تَقْتِيْلًا﴾ اب کسی پہلو میں کوئی خلجان[2] نہ رہا اور سب انتظام کافی ہوگیا۔

۴۔ ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ (الى قوله) وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ﴾.[3]

آپ مسلمان عورتوں سے فرمادیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی آبرو کی حفاظت کیا کریں

---

[1] یہ حدیث آگے آتی ہے نمبر اول میں [2] اشارہ ہے ابن حزم وغیرہ کے اس شبہ کی طرف کہ اس تقریر سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ عصمت کی حفاظت صرف آزاد عورتوں کے لیے ہے کنیزوں کو آزاد چھوڑ دیا گیا اور اُن کا فحش گوارا کیا گیا۔ مَعَاذَ اللّٰہ! حضرتِ اقدس کی اس تقریر سے یہ شبہ بالکل رفع ہوگیا۔ محمد شفیع [3] النور: ۳۱

اور حُسن و جمال نہ دکھایا کریں، مگر جو چیز کھلی ہی رہتی ہے تو خیر۔ اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں میں ڈال لیا کریں۔ آگے چل کر فرمایا: اور دھما کہ سے پاؤں نہ رکھا کریں کبھی ان کا چھپا ہوا سنگھار معلوم نہ ہوجائے۔

اس میں بھی صاف حکم ہے حُسن و جمال کے چھپانے کا جو حقیقت ہے پردہ کی۔ اور یہ جو فرمایا: ''مگر جو چیز کھلی ہی رہتی ہے'' مراد اس سے چہرہ اور ہر دو کف دست ہیں جیسا حدیث[1] میں اس استثنا کی تصریح ہے۔ اور محل اس استثنا کا موقع ضرورت ہے جو مؤثر ہے حکم کے آسان ہوجانے اور عزیمت کی جگہ رخصت کے عمل کے جائز ہوجانے میں۔ (نمبر۲۔ اصول موضوعہ) باقی پورے حجاب کا حکمِ اصلی ہونا خود استثنا سباق و سیاق یعنی ماقبل و مابعد میں نظر کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔ چناں چہ ماقبل میں غضِ[2] بصر و حفظِ فروج کا حکم فرمایا جس سے صاف واضح ہے کہ حجاب کی اصلی علّت فتنہ وشہوت کا روکنا ہے، اور اس کا یہاں تک اہتمام ہے کہ خمار یعنی سر بند سے سر اور گردن تک چھپانے کا حکم ہوا۔

چناں چہ سر ڈھانکنے کے لیے خود لفظ خمار اور گردن ڈھانکنے کے لیے ﴿عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ دلالت میں کافی ہے۔ اور مشاہدہ و بداہت سے یہ امر ثابت ہے کہ چہرہ کو جو کہ مجمع محاسن ہے دیکھ کر جس قدر کشش اور میلان ہوتا ہے سر اور گردن سے نہیں ہوتا، تو جب ایسی چیز جو کہ تحریک فتنہ مذکورہ میں ضعیف اور خفیف ہے چھپانے کے قابل مؤکد صیغہ سے بتلائی گئی تو چہرہ کو جو کہ تحریک فتنہ میں اصل ہے کیوں کر چھپانے کی چیز نہ کہا جائے گا۔

بہرحال اشتراکِ علت سے اشتراکِ معلول یقینی ہے، اگر درجۂ اولیٰ میں نہیں تو اقل مرتبہ بدرجۂ مساوی تو ضرور ہی ہوگا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اصلی حکم حجابِ کامل ہے۔ جہاں ضرورت نہ ہوگی اور بوجہ شباب فتنہ کا احتمال ہوگا عام اس سے کہ فتنہ ابصار ہو یا فتنہ فروج ہو وہاں سے اسی حکم اصلی پر عمل ضروری ہوگا۔ اسی طرح مابعد میں محض پاؤں کو زور سے رکھنے سے کس تاکید سے روکا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کی علت کہ وجوب اخفائے زینت سے بیان فرما دی گئی ہے، ظاہر ہے کہ فتنہ صوت (آواز) زیور سے بدرجہا فتنہ صورت بڑھا ہوا

---

[1] یہ حدیث آگے آتی ہے نمبر سات میں۔ [2] یعنی نظریں نیچے رکھنے اور شرم گاہوں کو حرام سے محفوظ رکھنے کا حکم

ہے۔ جب اس کا انسداد ہوا ہے اس کا کیوں نہ ہوگا؟ پس فی نفسہٖ حجابِ کامل کی ضرورت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

۵۔ ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ؕ وَ اَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ﴾[1]

اور جو عورتیں ایسی ہارگئی ہیں کہ ان کو منکوحہ بننے کا احتمال بھی نہیں رہا، ایسوں کو اس بات میں کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے خاص خاص کپڑے اُتار کر رکھا کریں بشرطیکہ زینت کے مواقع ظاہر نہ کریں اور اس سے بھی بچیں تو اور بھی بہتر ہے۔

ان خاص کپڑوں سے مراد زائد کپڑے ہیں جن سے منہ ہاتھ وغیرہ چھپایا جاتا ہے، کیوں کہ بجز وجہ اور کفّین کے باقی بدن کا چھپانا تو جوان بوڑھی سب ہی کے واسطے فرض ہے۔ چناں چہ اس آیت میں بھی یہ شرط لگادی ہے: ﴿غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ﴾ اور زینت میں سارا بدن داخل ہے باستثنائے ضروری ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کے جس کی تفسیر وجہ اور کفّین ہے جیسا آیت (۴) میں مذکور ہے۔ پس وہ آیت اس آیت کی تفسیر ہوجائے گی۔ جب باقی بدن کے چھپانے میں بوڑھی، جوان برابر ہوئیں تو جن کپڑوں سے یہ باقی بدن چھپایا جاتا ہے زائد کپڑوں سے ایسے کپڑے مراد نہیں ہوسکتے جیسا کہ ظاہر ہے۔ پس یقیناً وجہ اور کفّین کے چھپانے والے کپڑے مراد ہوں گے۔

پھر اس میں تخصیص کی گئی بہت بوڑھی عورتوں کی۔ جس سے صاف معلوم ہوا کہ جو عورت ایسی نہ ہو کہ نکاح کے قابل ہو یعنی جوان ہو یا میانہ عمر ہو (کیوں کہ مشاہدہ ہے کہ میانہ عمر بھی منکوحہ بنتی ہے اور بچے بھی جنتی ہے) تو کسی کے سامنے اُن زائد کپڑوں کے اتارنے کی اس کو بلاضرورت اجازت نہیں تو وجہ اور کفّین کا واجب الستر ہونا بدلالت واضحہ اس سے مفہوم ہوا۔ البتہ چوں کہ ان کا وجوب ستر لغیرہ ہے اور وہ غیر نساء قواعد میں مرفوع ہے، لہٰذا ان کو انکشاف کی اجازت ہوگئی۔ لیکن اجازت ہی کے ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ اس سے بھی بچیں تو اور بہتر ہے جس سے متیقّن ہوگیا کہ یہ اجازت رخصت ہے اور عزیمت وحکم اصلی وجوبِ ستر

[1] النور: ۶۰

ہے۔ چوں کہ عزیمت پر عمل افضل ہوتا ہے، اس لیے استعفاف کی خیریت کو بھی بتلا دیا جس پر بفضلہٖ تعالیٰ اس وقت اکثر مسلمان خوشی سے کار بند ہیں۔ اور اس موقع کی آیات کا حاصل یہ ہے کہ غیر بالغین اور مملوکین خادمین کو بجز اوقات استراحت کے جن میں انکشاف[1] غالب ہے اور وقتوں میں بلا استیذان[2] گھروں میں آجانے کی اجازت دی گئی اور بالغین احرار کے لیے ہر وقت استیذان کو واجب قرار دیا اور اس استیذان کے وقت وجہ[3] اور کفّین کے انکشاف بلا ضرورت میں شواب[4] اور عجائز فرق کیا گیا۔

۶۔ ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ﴾[5]

ان (طلاق دی ہوئی) عورتوں کو ان کے رہنے کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ نکلیں، مگر یہ کہ کھلی بے حیائی اختیار کریں (تو اور بات ہے) اور یہ خداوندی ضابطے ہیں اور جو خدا کے ضابطوں سے ادھر اُدھر گیا اُس نے اپنا ہی نقصان کیا۔

اس میں طلاق والی عورتوں کو گھر میں رہنے کی اور رکھنے کی تاکید ہے۔ اور اس حبس کو سزائے طلاق تو کہہ نہیں سکتے ہیں، کیوں کہ اگر کسی صورت میں طلاق نازیبا ہے تو وہ فعل مرد کا ہے عورت کو سزائے حبس کیوں دی جائے، تو بالضرور کہنا پڑے گا کہ عورت کی وضع فطری کا یہی ہے کہ گھر میں رہا کرے۔ اور یہ وضع اور یہ مقتضا قبل طلاق بھی اسی حالت پر تھا، لیکن طلاق کو اس میں دخل ہونا جیسا کہ آیت سے معلوم ہوا وہ نفس وجوب حجاب نہیں بلکہ زیادت حجاب میں ہے۔ اور وجہ اس زیادت کی یہ ہے کہ قبل طلاق چوں کہ یہ عورت ایک مرد کے لیے نامزد تھی اس لیے طماعین کی طمع کسی قدر منقطع تھی اور اب بوجہ آزاد ہوجانے کے طماعین کے قلوب میں زیادہ میلان ہوسکتا ہے، اس لیے زیادہ حفاظت کی ضرورت ہوئی، اس لیے جو ضرورتیں جواز خروج کے لیے قبل طلاق کافی تھیں، اب اس جواز کے لیے ان ضرورتوں میں زیادہ شدّت شرط ہوگی اور وہ سابق ضرورتیں جواز کے لیے ناکافی سمجھی جائیں گی۔

رہا یہ کہ بعد انقضائے[6] عدت پھر خروج کی کیوں اجازت ہے؟ حالاں کہ اس وقت اس

---

[1] بدن کھل جانا [2] اجازت طلب کرنا [3] چہرہ اور ہتھیلیاں [4] جوان اور بوڑھی عورتیں

[5] الطلاق: ۱ [6] ختم ہوجانا

طمع میں اور قوت ہو جاتی ہے سو وجہ فرق دو ہیں: اول یہ کہ اس وقت کی طمع کا تدارک نکاح سے ممکن ہے بخلاف حالت عدّت کے کہ دوسرا نکاح بھی حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ اس وقت کوئی اس کا کفیل نفقہ نہیں، اس لیے ضرورت کے لحاظ میں وسعت کی گئی اور اس وقت طلاق دہندہ کے ذمہ اس کا نفقہ ہے، لہٰذا اس وسعت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اور اس تاکیدی حکم کو اور زیادہ مؤکد اس سے کیا گیا کہ اس کو منجملہ حدود الٰہیہ فرمایا اور تعدی حدود پر وعید سنائی اور ایک تفسیر پر اس خروج کو بے حیائی فرمایا (جب کہ[1] یہ استثنا متعلق ﴿لَا یَخْرُجْنَ﴾ کے ہو اس سے اور تاکید بڑھ گئی اور دوسری تفسیر پر کہ اقامت حد کے لیے اخراج کا حکم ہو (جب کہ ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ﴾ کے متعلق ہو) نیز ایک گونہ حکم مذکور کی تاکید ہے کہ صرف شرعی ضرورت سے جو کہ بہت ہی شدید ہے اخراج کو گوارا کیا اور ماسوائے ضرورت شدیدہ میں اصلی حکم حبس فی البیوت ہی باقی رہا۔

۷۔ ﴿وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآءِ كُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ج فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا﴾[2]

اور جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں اُن پر چار آدمیوں کو اپنے میں سے گواہ بنالو، اور جب وہ گواہ ہو جاویں تو ان عورتوں کو[3] بدستور گھروں میں رکھے رہو یہاں تک کہ یا تو موت ان کی جان لے لے، یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی راہ کرے یعنی حکم ثانی دے دے۔

یہ آیت جس وقت نازل ہوئی تھی حدِ زنا مقرر نہ ہوئی تھی اس لیے حکم ثانی کے انتظار کا

---

[1] خلاصہ مراد یہ ہے کہ آیت میں دو تفسیریں منقول ہیں: ایک یہ کہ استثنا ﴿اِلَّا اَنْ یَّاْتِیْنَ﴾ کا تعلق ﴿وَلَا یَخْرُجْنَ﴾ سے ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ ان کا گھر سے نکلنا بے حیائی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس استثنا کا تعلق ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ﴾ سے ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ ان کو گھروں سے نہ نکالو بجز اس کے کہ اُن سے کوئی فعل ایسا سرزد ہو جاوے جس پر سزائے شرعی جاری کرنا ہو اس سزا کے لیے اُن کو باہر نکالا جاوے۔ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔

[2] النساء: ۱۵ [3] هذا القيد يُفيده لفظ الإمساك كما في قوله تعالىٰ: ﴿فاذا بلغن اجلهن فامسكوهن﴾ فإنه إبقاء الشيء على حالته الأولىٰ.

امر فرمایا، اور اس وقت تک یہ حکم فرمایا کہ ان کو گھروں میں بدستور رہنے دو۔ یہ لفظ بتلا رہا ہے کہ پہلے سے وہ گھروں میں تھیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی وضع اور مقتضائے فطرت نسواں کا یہی ہے کہ گھروں میں رہیں۔ صرف اس بے حیائی سے احتمال تھا کہ بوجہ غیظ گھر سے نکال کر باہر کردیں، اس لیے امساک کا حکم دیا کہ ابھی حالتِ سابقہ پر گھروں میں رکھو۔ چناں چہ اس کے بعد جب حد مقرر ہوگئی تو حکمِ ثانی معلوم ہوگیا کہ سزا کے لیے حاضر عدالت کی جائیں۔

اَحادیث

۱۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ.[۱]

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سر تا پا پوشیدہ رہنے کے قابل ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔

یہ حدیث نہایت بلاغت اور وضاحت سے عورت کو پوشیدہ رہنے اور رکھنے کی تاکید اور اس کے نکلنے کا موجب فتنہ شیطانی ہونا بیان کررہی ہے:

۲۔ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَيْمُوْنَةُ إِذْ أَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِحْتَجِبَا مِنْهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَيْسَ هُوَ أَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا؟ أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ؟[۲]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا (کہ دونوں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں، اتنے میں عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (نابینا) آئے اور اندر آنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ دونوں پردہ میں ہوجاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ تو نابینا ہے ہم کو دیکھتا بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تم بھی نابینا ہو کیا تم ان کو نہیں دیکھتیں۔

---

[۱] رواه الترمذي، مشكاة [۲] رواه أحمد والترمذي وأبوداود. مشكاة

دیکھیے! باوجودیکہ اس مقام پر کوئی قریب احتمال بھی خرابی کا نہ تھا، کیوں کہ ایک طرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن جو مسلمانوں کی مائیں ہیں، دوسری طرف ایک نیک صحابی، پھر وہ بھی نابینا، لیکن اس پر بھی مزید احتیاط کے لیے یا تعلیمِ اُمّت کے لیے آپ نے بیبیوں کو پردہ کرادیا۔ تو جہاں ایسے مواقع قویّہ بھی نہ ہوں وہاں پر کیوں نہ قابلِ اہتمام ہوگا۔

٣۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فِيْ قِصَّةٍ طَوِيْلَةٍ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ! اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ. ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ: اِحْتَجِبِيْ مِنْهُ لِمَا رَأٰى مِنْ شَبَهِهٖ بِعُتْبَةَ فَمَا رَاٰهَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ.[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک قصۂ طویل میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقدمہ) سعد اور عبد بن زمعہ میں فیصلہ کے لیے یہ فرمایا کہ یہ لڑکا تم کو دیا گیا اے عبداللہ بن زمعہ: کیوں کہ اولاد حق صاحب فراش کا ہے اور بدکار کے لیے پتھر۔ پھر آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ اس لڑکے سے چھپا کرو، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کی صورت عتبہ سے ملتی دیکھی، پھر وہ لڑکا مرتے دم تک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے نہیں پایا۔

یہ لڑکا زمعہ کی لونڈی کا تھا جو عتبہ کے نطفۂ ناجائز سے پیدا ہوا تھا۔ عتبہ کے مرنے کے بعد برادرِ عتبہ نے اس لڑکے کے بھتیجا ہونے کا دعویٰ کیا، اور اس زمعہ کے ایک بیٹا تھا عبد، اس نے اس لڑکے کا بھائی ہونے کا اس بنا پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کی ایسی لونڈی سے پیدا ہوا جو میرے باپ کے استعمال میں رہتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موافق قانونِ شرعی کے کہ نطفۂ حلال سے نسب ثابت ہوتا ہے نطفۂ حرام سے نہیں ہوتا، اس لڑکے کو عبد بن زمعہ کا بھائی قرار دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ان ہی زمعہ کی بیٹی ہیں تو اس قاعدے کے موافق وہ لڑکا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی ہوا، اور محرم ہونے کی وجہ سے پردہ کی ضرورت نہ تھی، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاطاً بوجہ مشابہت شکل حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو حکم پردہ کا فرمایا جس پر بہت پابندی کے ساتھ عمل کیا گیا۔

اس قصّہ سے معلوم ہوا کہ پردہ کا اس درجہ شدّت سے اہتمام تھا کہ خفیف شبہ پر بھی

[1] متفق علیه، مشکاة

احتیاط کی جاتی تھی۔

۴۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ.[1]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے پاس آمد ورفت رکھنے سے بچا کرو، ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بھلا دیور کے حق میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: دیور تو پوری موت ہے۔

اس حدیث میں بے ضرورت و بے تکلّف عورتوں کے پاس آمد ورفت رکھنے کو حرام فرمایا ہے۔ اور فطرتِ صحیح اور دلالتِ صریحہ سے ثابت ہے کہ اس آمد ورفت کا عمدہ انسداد یہ پردۂ مروّجہ ہے ورنہ اور کوئی امر اس درجہ کا مانع قوی نہیں۔ چناں چہ مشاہدہ ہے کہ جب پردۂ مروّجہ نہ ہوگا یہ بے محابا آمد ورفت بھی ضرور رہے گی، اور ایسی آمد ورفت حرام ہے تو بے پردگی جو اس کا ذریعہ ہے نیز حرام ہے (نمبر ۳۔ اصول موضوعہ) پس پردۂ مروجہ واجب ہے۔

۵۔ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ.[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہا جگہ میں بیٹھے گا وہاں تیسرا شیطان ضرور ہوگا۔

یہاں بھی مثل حدیث (۴) کے تقریر ہے کہ نامحرم مرد وعورت کا تنہا جگہ پر بیٹھنا حرام ہے۔ اور اگر پردہ نہ ہو تو عادت اور مشاہدہ شاہد ہے کہ ہرگز اس میں احتیاط نہ کی جائے گی، بالخصوص آج کل کے بے باک اور آزاد طبائع سے یہ امر یقینی ہے۔ پس بے پردگی ذریعہ ہوگی اس تنہائی کی اور یہ تنہائی حرام تو اس کا ذریعہ بھی حرام (نمبر ۳۔ اصول موضوعہ) پس پردۂ مروجہ واجب ہے۔

۶۔ عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ إِلَيْهِ.[3]

حضرت حسن رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی

[1] متفق عليه. مشكاة [2] رواه الترمذي. مشكاة [3] رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ.

لعنت ہو اُس پر (جو بری نظر سے) دیکھے، اور اس پر بھی جس کو دیکھے۔ یعنی وہ اگر بے احتیاطی کرے۔

یہاں بھی وہی تقریر ہے کہ نظر کرنا اور کرانا حرام ہے۔ اور بے پردگی یقیناً اس کا ذریعہ ہوگی تو وہ بھی حرام ہے (نمبر ۳۔ اصولِ موضوعہ) پس پردہ واجب ہے۔

۷۔ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ دَخَلَتْ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ، فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَقَالَ: يَا أَسْمَاءُ! إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيضَ لَنْ يَصْلُحَ أَنْ يُرَى مِنْهَا إِلَّا هٰذَا وَهٰذَا. وَأَشَارَ إِلَى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ.[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُن کی بہن اسماء حضور سرورِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس وقت اُن کے بدن پر باریک کپڑے تھے۔ آپ ﷺ نے اُن سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے پھر بجز چہرہ اور کفین کے اور کوئی چیز اس کی نظر نہ آنا چاہیے۔

اس میں بھی وہی تقریر ہے کہ عورت کو ایسا باریک کپڑا پہننا جس میں بدن جھلکے حرام اور بے پردگی میں بمقتضائے تکلّف و زینت طبعی خصوصاً طبیعت زنانِ ہند ضرور نامحرم کے روبرو باریک کپڑے پہنے جائیں گے اور یہ حرام۔ پس بے پردگی بھی حرام۔ (نمبر ۳۔ اصولِ موضوعہ) بتقریر دیگر حدیث میں تصریح ہے کہ سر کھولنا حرام اور حسبِ عادت بے پردگی میں سر کا کھلنا یقینی پس بے پردگی حرام ہوئی۔ (نمبر ۳۔ اصولِ موضوعہ) پس پردہ واجب ہوا۔ چوں کہ وجہ[2] اور کفین کے مستور ہونے کا حکم اصلی ہونا واضح اور کافی طور پر اوپر مختلف پہلوؤں سے ثابت ہو چکا، اس لیے یہ استثنا یقیناً یا قبل نزول حکم حجاب ہے (نمبر ۱۔ اصول موضوعہ) یا حالت ضرورت میں یہ رخصت ہے۔ (نمبر ۲۔ اصولِ موضوعہ) اور کثرت سے ایسی احادیث صحاح میں موجود ہیں جن میں عورت کو نامحرم مرد کے سامنے خوشبو لگانے کی ممانعت اور نماز گھروں کے اندر پڑھنے کی ترغیب اور گھر کے اندر جو اور گھر ہوتا ہے اس میں پڑھنے کی زیادہ فضیلت اور سر کھولنے کی حرمت اور نامحرم کے روبرو اظہارِ زینت کی ممانعت اور نظرِ بد کا زنا ہونا وغیرہ وغیرہ مذکور ہیں۔ جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حکم اصلی پورا پردہ ہے اور بے پردگی ذریعہ مفاسد بے شمار کا ہے۔ اور جہاں کہیں انکشاف[3] وجہ یا خروج کا اذن ہوا ہے وہ محض ضرورت یا

---

[1] رواه أبو داود و مشكاة [2] چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں [3] چہرہ کھولنے یا باہر نکلنے کا

کسی اسلامی مصلحت کی وجہ سے ہوا ہے وہ بھی بڑی قیدوں اور شرطوں سے اور بعض جگہ قبل حکم حجاب کے ہے۔ (نمبر ۱، ۲، ۳۔ اصول موضوعہ)

تیسرا حصّہ تحقیقِ لباس ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہنّ وبناتِ مقدّسات

اوپر آیت (۳) سے جلباب یعنی چادر اور آیت (۴) سے خمار یعنی سر بند کا رواج ہونا عرب میں معلوم ہوا ہے۔ اب خصوصیّت کے ساتھ حدیثوں سے اس کا پتا لکھا جاتا ہے:

۱۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَهِيَ تَخْتَمِرُ، فَقَالَ: لَيَّةً لَا لَيَّتَيْنِ.[1]

رسول اللہ ﷺ نے حضرت امّ سلمہ (زوجہ مطہرہ) رضی اللہ عنہا کو سر بند باندھتے دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ایک پھیر لپیٹنا دو پھیر نہیں تاکہ مردوں کے عمامہ کے مشابہ نہ ہو جائے۔

۲۔ وَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رضي الله عنها وَعَلَيْهَا دِرْعٌ قِطْرِيٌّ. الحديث.[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (زوجۂ مطہرہ) پر ایک درع موٹا بنا ہوا دیکھا۔

''قاموس'' میں درع کی تفسیر قمیص کی ہے اور ''مغرب'' میں ما یلبس فوق القمیص[3] کی ہے۔[4]

۳۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ ذَكَرَ الْإِزَارَ: فَالْمَرْأَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: تُرْخِي شِبْرًا، فَقَالَتْ: إِذًا تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ، قَالَ: فَيُرْخِيْنَ ذِرَاعًا.[5]

حضور سرورِ عالم ﷺ نے لنگی کا بیان فرمایا تو حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا (زوجۂ مطہرہ) نے عرض کیا: عورت کتنی نیچے رکھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا (کہ نصف ساق سے) ایک بالشت، انھوں نے عرض کیا کہ کبھی کبھی قدم کھل جائے گا، فرمایا: تو ایک ہاتھ۔

۴۔ قَالَتِ امْرَأَةٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ، قَالَ: لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا.[6]

---

[1] رواه أبو داود. مشكاة [2] رواه البخاري، مشكاة [3] وہ کپڑا جو کرتہ کے اوپر پہنا جاوے
[4] المرقاة [5] رواه أبو داود، مشكاة [6] متفق عليه، مشكاة

ایک عورت نے عرض کیا کہ بعض عورت کے پاس چادرہ نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا: دوسری اپنے چادرے میں سے اُڑھا دیوے۔

٥۔ فَلْيَلْبَسْ السَّرَاوِيلَ.[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ (احرام میں مردوں کو) پائجامہ پہننے کی اجازت دی ہے۔

حدیث نمبر ا سے سربند اور ٢ سے کُرتا اور شلوار اور ٣ سے لنگی اور ٤ سے چادرہ اور ٥ سے پائجامہ کا رواج اس زمانے میں ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہی غالب تھے۔ جن میں سے جلباب تو اکثر باہر جانے کے وقت ضروری سمجھ کر بجائے برقع کے پہنا جاتا تھا۔ باقی کپڑے گھروں میں ہر وقت پہنتے تھے جس میں بجز وجہ وکفّین کے تمام بدن پوشیدہ رہتا تھا۔ اور وجہ اور کفّین کا یہ انتظام کیا گیا تھا کہ بلا پکارے اور پوچھے گھروں میں آنے کی ممانعت تھی، اس وقت پوری احتیاط ہو جاتی تھی جیسا آیت ٥ کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے۔ اور مسئلہ استیذان میں حدیثیں بکثرت آئی ہیں۔ اور جلباب کا ساتر[2] وجہ اور کفّین ہونا ﴿يُدْنِينَ﴾ سے صاف واضح ہے جیسا آیت ٣ میں ذکر ہوا۔

چوتھا حصّہ اس زمانہ کے پردہ کی حد

ہر چند کہ آیات واحادیثِ مذکورہ بالا سے خود اس سوال کا جواب نکل آیا، لیکن خاص طور پر ایک آدھ اور بھی نقل کیے دیتا ہوں۔

ا۔ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ وَذَوَاتَ الْخُدُورِ.[3]

حضرت امّ عطیہ کہتی ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا حیض والی عورتوں اور پردہ نشین عورتوں

---

[1] النسائي [2] یعنی جلباب سے چہرہ اور ہاتھوں کو ڈھانپنا آیت میں لفظ ﴿يُدْنِينَ﴾ سے صاف معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ اس لفظ کی یہی تفسیر کی گئی ہے کہ تمام بدن اُس میں مستور ہو صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کے لیے کھلی رہے۔ كذا روي عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ محمد شفیع عفا اللہ عنہ) [3] الحديث

کو عیدین کے روز باہر لے جانے کا۔

ذوات الخذور میں دلالت واضح ہے کہ اُس وقت پردہ کا یہی حد اور ہیئت تھی جو اَب ہے۔ اور یہ باہر لے جانا بغرض اظہار شوکت اسلامی تھا نہ حکم اصلی۔ (نمبر۲۔ اصول موضوعہ) یہی وجہ ہے کہ حیض والیوں کو بھی شامل کیا گیا۔ صحابہ اپنے نور فہم سے اس کا حکم غیر اصلی ہونا سمجھ کر اپنے وقت میں عزیمت پر عامل ہو گئے۔ جیسا حدیثوں میں آیا ہے۔

۲۔ عَنْ عَائِشَةَ ﷞ قَالَتْ: أَوْمَتِ امْرَأَةٌ مِنْ وَرَاءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا كِتَابٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بی بی کے ہاتھ میں خط تھا، اس نے پردے کے پیچھے سے حضور ﷺ کی طرف دینے کے لیے بڑھایا۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس وقت کی عورتیں خود رسول اللہ ﷺ سے بھی ایسا ہی پردہ کرتی تھیں، بلکہ حدیث اِفک[2] میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خالی ہودج کو بھرا گمان کر کے باندھ دینے سے اس وقت کی ڈولی کی رسم اور کہاروں سے بی بی کے نہ بولنے کی تائید نہایت محکم ہے۔

۳۔ عَنْ أَبِي السَّائِبِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ فِيْ قِصَّةِ الْفَتٰى حَدِيْثُ الْعَهْدِ بِعُرُسٍ. فَإِذَا امْرَأَتُهُ بَيْنَ الْبَابَيْنِ قَائِمَةٌ فَأَهْوٰى إِلَيْهَا بِالرُّمْحِ لِيَطْعَنَهَا بِهٖ وَأَصَابَتْهُ غَيْرَةٌ. الحديث.[3]

حضرت ابی السائب نے ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک نوشہ صحابی کے قصہ میں

---

[1] الحديث رواه أبو داود والنسائي، مشكاة [2] اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جو ''صحیح بخاری'' میں مفصّل مذکور ہے، جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے سفر کی کیفیت اس طرح بیان کرتی ہیں کہ فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَكُنْتُ أُحْمَلُ فِيْ هَوْدَجِيْ وَأُنْزَلُ فِيْهِ. الحديث اس میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا صراحتًا نزولِ حجاب کے ذکر کے ساتھ اپنے سفر میں جانے اور سواری پر چڑھنے اترنے کی کیفیت بیان فرماتی ہیں کہ شغدف اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا جاتا ہے، اور اسی طرح اترنے کے وقت شغدف چند آدمی اتار کر زمین پر رکھ دیتے تھے اور میں اسی شغدف میں بیٹھی رہتی تھی۔ جس سے صاف معلوم ہوا کہ اُس وقت بھی پردہ کی یہی کیفیت وصورت تھی جو اَب عام شُرفا میں مروّج ہے۔ محمد شفیع عفا اللہ عنہ [3] رواه مسلم، مشكاة

ہے کہ وہ جو اپنے گھر گئے تو بی بی کو دروازہ میں کھڑے دیکھ کر غیرت آئی اور نیزہ سے مارنا چاہا (آخر سانپ کی وجہ سے باہر نکلنے کی مجبوری معلوم ہوئی)۔

معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کی رسم اس درجہ طبائع میں مرکوز تھی کہ دروازے ہی میں کھڑے ہونے پر بے تاب ہوگئے۔

پانچواں حصّہ پردۂ مروّجہ کی ابتدا

۱۔عَنْ أَنَسٍ فِيْ قِصَّةِ تَزَوُّجِ زَيْنَبَ مِنَ الْحَدِيْثِ الطَّوِيْلِ: قَالَ: فَرَجَعْتُ فَإِذَا هُمْ قَدْ قَامُوْا، فَضَرَبَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ السِّتْرَ وَأُنْزِلَ آيَةُ الْحِجَابِ.[۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ قصۂ نکاح حضرت اُمّ المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا میں راوی ہیں کہ پھر وہ دعوت کھانے والے چلے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو تشریف لائے تو اپنے اور میرے درمیان پردہ لٹکا دیا اور آیت پردہ کی نازل ہوگئی۔

اس سے ابتدا معلوم ہوگئی کہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اس کی تعلیم کی گئی، بلکہ "مسلم" کی دو حدیثوں میں تصریح ہے کہ اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طبعاً تقاضا تھا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو کسی کے سامنے نہ آنے دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بلند نظری سے التفات نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ وحی نازل ہوئی۔ پھر خود آپ نے نہایت تاکیدی احکام خاص و عام جاری فرمائے جن کی تفصیل باحسن واکمل وجوہ ہدیۂ ناظرین ہوچکی ہے۔ اس سے زیادہ بھی تفصیل ممکن ہے مگر میں نے روایت اور درایت[۲] دونوں میں قصداً کافی سمجھ کر اختصار کیا۔

آخر میں اس قول کے متعلق کہ شاید کچھ لکھوں اس قدر کہنا ضروری ہے کہ اگر اس سے کسی جزو میں اختلاف ہو تو کتابتِ عام سے پہلے کتابتِ خاص کر لینا بہتر ہے۔

والسلام والدعاء فقط

راقم

اشرف علی

لآخر یوم من آخر شهر من ۱۳۲۲ھ

---

[۱] مسلم [۲] یعنی عقل و نقل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

إِلْقَاءُ السَّكِيْنَةِ فِيْ تَحْقِيْقِ إِبْدَاءِ الزِّيْنَةِ

سوال:[1] بعض لوگوں نے آیت نور ﴿لَا يُبۡدِيۡنَ زِيۡنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا﴾ میں ﴿مَا ظَهَرَ مِنۡهَا﴾ کی تفسیر جو وجہ و کفّین کے ساتھ منقول ہے، اس سے عدم وجوب استتار وجہ و کفّین پر استدلال کیا ہے۔ آیا یہ استدلال صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: اول تو ﴿مَا ظَهَرَ مِنۡهَا﴾ کی یہ تفسیر متعیّن نہیں، یہ قول حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر ثیاب و جلباب کے ساتھ منقول ہے: والقولان مع أقوال أخر منقولان في "الدر المنثور".

جب یہ تفسیر محتمل ہوئی تو محتمل سے استدلال صحیح نہیں، کیوں کہ قول اخیر پر وجہ و کفّین کے استثنا کی آیت میں کوئی دلیل ہی نہیں، اور بعد تسلیم بھی یہ استدلال باطل ہے۔ اور منشا اس کا جہل ہے پانچ امر سے:

۱۔ خود جملہ ﴿مَا ظَهَرَ مِنۡهَا﴾ کے معنی سے بھی۔

۲۔ و۳۔ اور ﴿لَا يُبۡدِيۡنَ﴾ کے سباق بالموحدہ وسیاق بالمثناۃ التحتانیہ سے بھی۔

۴۔ و۵۔ اور اس آیت سے مقدّم فی النزول بعض آیات سے بھی اور دوسری مؤخر فی التلاوۃ غیر معلوم التقدم والتأخر فی النزول آیت سے بھی۔ چناں چہ سب کے متعلق عرض کرتا ہوں۔

امر اول: ﴿مَا ظَهَرَ﴾ فرمانا اور مَا اَظۡهَرۡنَ نہ فرمانا (باوجودیکہ اور سب صیغ مذكورة في الآية میں فاعل "نساء" کو قرار دیا گیا ہے۔ جیسے: (يغضضن، يحفظن، لا يبدين، يضربن بخمرهن، لا يضربن بأرجلهن) دال ہے اس پر کہ یہ ظہور من غیر اظہار ہے۔

---

[1] حضرت حکیم الامت مدظلہم نے جواب اس تقدیر پر تحریر فرمایا ہے کہ ﴿زینتھن﴾ کی تفسیر وجہ کفّین کے ساتھ تسلیم کرلی جائے۔ اس کے بعد دوسرا جواب ص:۹۶ سے مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی صدر مدرّس مدرسہ یوسفیہ مینڈرکا درج ہے اس تقدیر پر کہ ﴿زینتھن﴾ کی تفسیر وجہ و کفّین کے ساتھ تسلیم نہ کی جائے۔

امرثانی: ﴿يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾.

امرثالث: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ﴾.

امررابع: سورۂ احزاب کی (جو کہ سورۂ نور سے نزول میں مقدم ہے۔ كذا في "الإتقان") آیتیں قولہ تعالیٰ: ﴿وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ وقولہ تعالیٰ: ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا﴾ وقولہ تعالیٰ ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾.

امرخامس: آیت ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِىْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا﴾ اور چوں کہ ان امورِ خمسہ میں کوئی تعارض نہیں كما سيتضح اور اسی لیے کسی نے ان میں مؤخر کو مقدم کا ناسخ نہیں کہا، اس لیے یہ پانچوں واجب الاخذ ہوں گے۔ پس مجموعہ امورِ خمسہ پر نظر کر کے تقریرِ مقام کی یہ ہوگی کہ آیت ﴿وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ اور آیت ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ﴾ سے عورتوں پر استتارِ اشخاص کا واجب کیا گیا۔ اور اصل حکم اور عزیمت یہی ہے، لیکن کبھی خروج عن البیت کی بھی حاجت واقع ہوتی ہے، ایسی حالت میں ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ سے اظہارِ اشخاص میں رخصت دی گئی اور استتارِ ابدان کو واجب فرمایا گیا۔ پھر کبھی گھر سے باہر بعض کو جن کے پاس خادم ہوں بعضے ایسے کاموں کی ضرورت واقع ہوجاتی ہے جو ہاتھ سے کیے جاتے ہیں اور اس لیے ہاتھ کا استتار موجبِ حرج ہوتا ہے، اور کام کرنے کے وقت اُس کام کے دیکھنے کی بھی حاجت ہوتی ہے، اور گھونگٹ سے منہ چھپانے میں وہ گھونگھٹ ابصار میں حائل ہوجاتا ہے، اور اس لیے چہرہ کا استتار بھی موجب حرج ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے بنا بر تفسیر مشہور صرف اظہارِ وجہ و کفّین کی رخصت دی گئی اور بقیہ بدن کے استتار کو واجب فرمایا گیا۔ اور چوں کہ یہ ضرورت بوجہ خدمت مولیٰ کے اِماء میں زیادہ وسیع تھی اُس کی رخصت میں زائد توسیع کی گئی كما هو مبسوط في كتب الفقه. پس جوازِ اظہارِ وجہ و کفّین صرف حالت حرج في الاستتار کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور بعض نے قدمین کو بھی کفّین کے ساتھ ملحق کیا ہے، اور بعض نے لُبسِ خفّین کے مانعِ مشی نہ ہونے کو دونوں میں فارق بتلایا ہے۔ اور اس تخصیص بحالۃ الحرج پر دلائل مستقلہ کے علاوہ خود صیغہ ﴿ظَهَرَ﴾ میں بھی دلالت ہے، جس کی توجیہ یہ ہے کہ عورت اپنے کسی عضو کو جو کہ تفسیر ہے

زینت کی (خواہ بالمطابقۃ گو مجازاً ہی ہو خواہ بالالتزام المعتبر عند أهل العربية اس طرح کہ جب زینت کا جو کہ مبائن ملابس ہے اظہار جائز نہیں تو مواضع زینت جو کہ جزو ہے اظہار کا کیسے جائز (ہوگا)، ہرگز ظاہر نہ کرے (وهذا مدلول قوله تعالىٰ: ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾) لیکن اگر ایسی حالت ہو کہ اس میں وجہ و کفین کا استتار ایسا دشوار ہو کہ اگر یہ استتار کا قصد و اہتمام بھی کرتی ہے تب بھی وہ اضطراراً بلا قصدِ اظہار خود بخود ظاہر ہو جاتے ہوں، کیوں کہ اس ضروری کام کے ساتھ استتار جمع نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں بمعیار الضروري يتقدر بقدر الضرورة اُس عارض کے سبب اُسی قدر اُن کے کشف کی اجازت ہے۔

پس یہ حکم عارض کے سبب ہے اور اصلی حکم وہی استتار ہے۔ پس استتار کے یہ معنی ہیں، نہ یہ کہ اصلی حکم بالقصد وجہ و کفین کا کشف ہو اور استتار کسی عارض سے ہو۔ اور اس کا احتمال کیسے ہوسکتا ہے جب کہ مقام اپنے سیاق و سباق سے انسداد فتنہ کو مقصود بتلا رہا ہے۔ چناں چہ ﴿يَغْضُضْنَ﴾ اور ﴿يَحْفَظْنَ﴾ اور ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ﴾ سب اس انسداد کی مقصودیت میں نص ہیں۔ اور احادیث نے تو فتنہ کے اسبابِ بعیدہ تک کا انسداد کیا ہے، تو ایسی حالت میں وجہ و کفّین اور خصوص وجہ کا (جو کہ مبنیٰ ہے تمام فتن کا اور اس کا انکار نہ صرف بصیرت بلکہ بصارت کے فقدان کا بھی اقرار ہے، قصداً انکشاف آیت کا مدلول کیوں کر ہوسکتا ہے؟ کیا کوئی صحیح العقل بلکہ صحیح الحواس اس کا دعویٰ کرسکتا ہے کہ ساعد اور بازو کے اظہار میں چہرہ کے اظہار سے زیادہ فتنہ ہے کہ اُن کا تو ستر واجب کیا گیا اور چہرہ کا ستر واجب نہیں کیا گیا ورنہ اجزا آیت میں تعارض ہو جاوے گا جو کہ ادنیٰ عاقل کے کلام میں بھی ممتنع ہے تو حکیم علی الاطلاق کے کلام میں کیسے جائز ہوگا؟ اور یہ مسئلہ خود مستقل ہے کہ وجوب استتار وجہ و کفّین اور وجوب استتار بقیہ بدن یہ دونوں وجوب ایک نوع سے ہیں یا دو نوع سے، مثل فرض علمی و عملی کے جس کا مشہور عنوان یہ ہے کہ ان میں سے کون عضو عورت فی نفسہٖ ہے کون نہیں؟ سو یہاں اس سے بحث نہیں، جو امر یہاں مقصود ہے یعنی مطلق وجوبِ استتار اُس میں یہ سب برابر ہیں جیسے عورت غلیظہ و عورت غیر غلیظہ نفسِ وجوبِ ستر میں برابر ہیں۔ مگر غلظ اور عدم غلظ میں متفاوت ہیں اور چوں کہ عادتاً ہاتھ سے کام کرنے میں اگر خاص طور پر خیال نہ رکھا جاوے سر اور گلا کھل

جاتا ہے، اس لیے ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ﴾ سے اس کا انتظام فرما دیا۔ پھر یہ حکم اصلی وجوب استتار وجہ وکفین بنا بر اطلاق الفاظ آیت عام تھا شواب وعجائز کے لیے، آیت ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ نے اس وجوب سے عجائز کو مخصوص ومستثنیٰ کر دیا گو استحباب اُن کے لیے بھی ثابت ہے۔ لقوله تعالیٰ ﴿وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ﴾ باقی وجہ وکفین کے علاوہ بقیہ بدن کا وجوب استتار اب بھی عام ہے۔ چناں چہ سر وغیرہ کھولنا عجائز کے لیے حرام ہے۔ اور آیت ﴿وَالْقَوَاعِدُ﴾ کو مخصص کہنے کا مبنیٰ وہ اصولی قاعدہ ہے کہ جب خصوص کی دلیل کلام مستقل موصول ہو تو وہ دلیل عام کے لیے مخصص ہو جاتی ہے، اور غیر معلوم التراخی حکم موصول میں ہے۔ پس بعد تخصیص حاصل حکم کا یہ ہوا کہ شواب کے لیے تو استتار وجہ وکفین بجز موقع حرج بحالہ واجب رہا اور عجائز کے لیے صرف مستحب، ورنہ اگر شواب کے لیے بھی وجہ وکفین کا کشف جائز ہوتا تو پھر آیت میں ﴿وَالْقَوَاعِدُ﴾ کی تخصیص بے کار تھی۔ اس تقریر سے استدلال کا سقوط واضح ہو گیا۔ اور یہ سب احکام اجانب کے اعتبار سے تھے اور محارم وامثالھم کا حکم دوسرے جملہ ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ میں مذکور ہوا ہے جس کی تقریر ''بیان القرآن'' میں ہے۔ اس تقریر کے بعد بفضلہ تعالیٰ نہ کسی محق پر کوئی اشکال واعضال رہا نہ کسی مبطل کے لیے مجال مقال کا رہا۔

فقط ثانی ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

تنبیہ: اور یہ سب تفصیل جواز یا عدم جواز انکشاف للاجانب یا للاقارب عورت کے فعل میں ہے، باقی مرد کا جو فعل ہے نظر کرنا اُس کا جدا حکم ہے یعنی جواز انکشاف جواز نظر کو مستلزم نہیں، پس جس صورت میں عورت کو کسی عضو کا کھولنا جائز ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مرد کو اُس کا دیکھنا بھی جائز ہو، بلکہ وہ محل محرم میں یا احتمال شہوت میں بحالہ غض بصر کا مامور رہے گا۔ چناں چہ خود آیت میں اس عدم استلزام کی دلیل موجود ہے۔ یعنی مرد کا بدن بجز ما بین السرہ والرکبہ جائز الانکشاف ہے مگر عورت کو پھر بھی حکم ہے ﴿يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾۔ خوب سمجھ لو۔

فقط ثانی ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

الحصون الحصينة في تسهيل إلقاء السّكينة

از مولانا مولوی ظفر احمد صاحب تھانوی

بعد الحمد والصلاۃ. حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ والدّین مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے پردہ کی تحقیق میں ایک سوال کا محققانہ جواب تحریر فرمایا تھا جو "إلقاء السکینۃ" کے نام سے ملقّب ہے۔ مکرّمی مولوی محمد حسن صاحب مالک "انوار المطابع" لکھنؤ نے احقر ظفر سے فرمایش کی کہ اگر اس عالمانہ محققانہ مضمون کو سہل عنوان سے لکھ دیا جائے تو عوام کو نفع کی زیادہ اُمید ہے۔ اس لیے بنامِ خدا اس کام کو میں نے اپنے سر لے لیا۔ اللہ تعالیٰ ممدوح کی تمنّا کو پورا کرے اور خوبی کے ساتھ عام فہم عبارت سے اس تسہیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سوال: سورۂ نور کی آیت ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾[1] سے پردۂ مروّجہ کے مخالف اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ چہرہ اور ہاتھوں کا چھپانا عورتوں پر واجب نہیں، بلکہ اُن کو کھلے منہ مردوں کے سامنے آنا جائز ہے، کیوں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اول تو عورتوں کو زینت کے ظاہر کرنے سے منع فرمایا ہے پھر ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں اُن اَعضا کے کھولنے کی اجازت دی جو کھلے ہی رہتے ہیں۔ اور اس کی تفسیر میں مفسّرین نے یہ فرمایا ہے کہ ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں مراد ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت ہے۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ استدلال صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ استدلال ہرگز صحیح نہیں، کیوں کہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ کسی آیت یا حدیث کے ایک معنی بیان کر کے اُس سے کسی مضمون پر استدلال کرنا اس وقت صحیح ہوسکتا ہے جب کہ آیت یا حدیث میں اس معنی کے سوا دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو، بلکہ یہی معنیٰ متعیّن ہوں جو بیان کیے جاتے ہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہوا بلکہ دوسرے معنی کا بھی احتمال ہوا تو اس صورت میں ایک معنی

---

[1] اور عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو اُس میں سے کھل جاوے۔

آیت کے قائم کر کے استدلال صحیح نہ ہوگا۔ اور اس مقام پر ایسا ہی کیا گیا ہے، کیوں کہ ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر چہرہ اور ہتھیلیوں کے ساتھ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر لباس اور چادر کے ساتھ منقول ہے۔ چناں چہ ''درمنثور'' میں یہ دونوں قول مع دیگر اقوال کے مذکور ہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر پر آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ عورتیں اپنی زینت کو جس میں لباس بھی آ گیا ظاہر نہ کریں۔ ہاں اُس میں سے اُس زینت کو ظاہر کرسکتی ہیں جو ظاہر ہو، مثل اوپر کی چادر وغیرہ کے (بشرطیکہ وہ بھی میلی کچیلی ہو جیسا حدیثوں میں آیا ہے۔ تو جب ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں چند اقوال ہیں اور اُس کے وہی ایک معنی متعیّن نہیں جو مخالفانِ پردہ نے بیان کیے ہیں، بلکہ دوسرے معنی کا بھی احتمال ہے تو اس صورت میں اُن کا استدلال صحیح نہیں ہوسکتا، کیوں کہ دوسرے قول پر تو چہرہ اور ہاتھوں کے مستثنیٰ ہونے کی آیت میں کوئی دلیل ہی نہیں، بلکہ اس قول پر ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے صرف اوپر کی چادر وغیرہ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر وہی ہے جو ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جب بھی اس سے مخالفانِ پردہ کا یہ ثابت کرنا کہ عورتوں کو چہرہ کھول کر مردوں کے سامنے آنا مطلقاً جائز ہے، بالکل غلط اور باطل ہے، جس کا منشا ان استدلال کرنے والوں کی چند امور سے ناواقفی اور بے خبری ہے:

۱۔ خود ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کے معنی سے کہ اُن لوگوں نے اس جملہ کے معنی ہی کو نہیں سمجھا۔

۲۔ و ۳۔ ان لوگوں نے آیت ﴿لَا يُبْدِيْنَ﴾ سے قبل اور بعد کے مضمون کو نہیں دیکھا یا اس میں غور نہیں کیا۔

۴۔ و ۵۔ ان لوگوں نے اُن آیتوں کو بھی نہیں سمجھا جو اس آیت سے پہلے نازل ہوئی ہیں، اور اُن آیتوں کو بھی نہیں سمجھا جو تلاوت میں اس کے بعد ہیں اور نزول میں ان کا مقدم یا مؤخر ہونا معلوم نہیں۔

ان سب امور کی نمبروار تفصیل یہ ہے:

امرِ اول: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جتنے صیغے استعمال فرمائے ہیں سب میں عورتوں کو

فاعل قرار دیا گیا ہے۔ جیسے ارشاد ہے: ﴿يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ کہ عورتیں اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں ﴿وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ﴾ اور اپنے پیروں کو (زمین پر زور سے) نہ ماریں، اُن سب صیغوں میں عورتوں کے کسی نہ کسی فعل کا ذکر ہے مگر ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں ایسا صیغہ اختیار کیا گیا ہے جس میں عورتوں کے کسی فعل کا بھی ذکر نہیں، کیوں کہ اس کا ترجمہ یہ ہے ''مگر وہ زینت جو ظاہر ہو جائے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں زینت کا وہ ظہور مراد ہے جس میں عورتوں کے فعل کو اصلاً دخل نہیں (بلکہ بدوں اُن کے ارادہ کے ظاہر ہو جائے) ورنہ دوسرے صیغوں کی طرح یہاں بھی ﴿مَا اَظْهَرْنَ﴾ فرماتے (کہ جس زینت کو عورتیں ظاہر کریں وہ مستثنیٰ ہے) مگر قرآن میں ﴿مَا اَظْهَرْنَ﴾ نہیں ہے ﴿مَا ظَهَرَ﴾ آیا ہے جس میں عورتوں کی طرف ظہور کی نسبت نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہاں وہ ظہور مراد ہے جو بدوں عورتوں کے قصد وارادہ کے ہو۔

امر دوم: ان لوگوں نے آیت ﴿لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ سے پہلے ﴿يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ کو نہیں سمجھا (جس میں عورتوں کو نگاہ نیچی رکھنے اور عفّت وعصمت کی حفاظت کرنے کا حکم ہے۔ اگر وہ اس کو سمجھتے تو اُن کو معلوم ہو جاتا کہ یہاں پردہ کے متعلق جس قدر احکام ہیں سب سے مقصود عورتوں کی عفّت وعصمت کی حفاظت ہے۔ پھر آیت ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کا یہ مطلب کیوں کر ہوسکتا ہے کہ عورتیں چہرہ کھول کر مردوں کے سامنے بلا تکلّف آیا کریں، کیوں کہ اس میں مطلقاً اجازت دینے سے وہ مقصود فوت ہو جاتا ہے جو اس مقام پر اصل مقصود ہے۔ یعنی حفاظت عفّت اور فتنہ کا انسداد، کیوں کہ چہرہ کھول کر بے تکلّف عورتوں کا مردوں کے سامنے آنا سخت فتنہ پیدا کرنے والا ہے جس کے ساتھ حفاظت عفّت دشوار اور سخت دشوار ہے۔

امر سوم: ان لوگوں نے ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ کے بعد ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ﴾ کو بھی نہیں دیکھا (جس میں پردہ کا اس درجہ اہتمام کا حکم ہے کہ عورتوں کو زمین پر

زور سے پیر مار کر چلنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اس حکم کا منشا بھی یہی ہے کہ فتنہ کا دروازہ بند کرنا مقصود ہے۔ اور عورتوں کا زور سے زمین پر پیر مار کر چلنا فتنہ کا سبب تھا، اس لیے اس سے منع کیا گیا۔ پھر ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کا یہ مطلب کب ہوسکتا ہے کہ عورتوں کو مردوں کے سامنے چہرہ کھول کر آنے کی مطلقاً اجازت ہے۔ کیا اس میں اُس سے بڑھ کر فتنہ نہیں جتنا زور سے پیر مار کر چلنے میں ہے؟

امر چہارم: ان لوگوں نے سورۂ احزاب کی چند آیتوں میں بھی غور نہیں کیا جس کا نزول سورۂ نور سے پہلے ہوا ہے (جیسا کہ ''اِتقان'' میں بیان کیا ہے) اور وہ آیتیں یہ ہیں ﴿وَ قَرْنَ فِی بُیُوْتِكُنَّ﴾ (ترجمہ) اور اے بیبیو! تم اپنے گھروں میں رہو۔ اور ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ اور اے مردو! جب تم مستورات سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کی آڑ میں ہو کر مانگو اور ﴿یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ کہ عورتیں اپنے اوپر چادر لٹکا لیا کریں۔ (اگر وہ ان آیتوں میں تأمل کرتے تو ہرگز اس دعویٰ کی جرأت نہ کرتے کہ عورتوں کو چہرے کھول کر مردوں کے سامنے آنا مطلقاً جائز ہے، کیوں کہ ان آیات میں صاف طور پر مردوں کو عورتوں سے پردہ کی آڑ میں رہ کر بات چیت کرنے کا اور عورتوں کو گھروں میں رہنے کا اور (ضرورت سے باہر نکلیں تو) چادر اوڑھ کر نکلنے کا حکم ہے۔ اگر چہرہ کھول کر مردوں کے سامنے آنا مطلقاً جائز ہوتا تو ان احکام کی کیا ضرورت تھی۔

امر پنجم: ان لوگوں نے آیت ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا﴾ کو بھی نہیں دیکھا جو تلاوت میں آیت ﴿لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مؤخر ہے اور یہ معلوم نہیں کہ نزول میں مقدم ہے یا مؤخر۔ اگر یہ لوگ اس آیت کو دیکھتے تو اُن کو معلوم ہو جاتا کہ اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت صرف اُن بڑی بوڑھی عورتوں کو ہے جن میں نکاح کی قابلیت نہیں رہی۔ اور مستحب اُن کے واسطہ بھی یہی ہے کہ اس سے احتیاط رکھیں، پھر کیوں کر کہا جاسکتا ہے کہ جوان عورتوں کو اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے کی مطلقاً اجازت ہے۔

یہاں تک اُن پانچ امور کی تفصیل تھی جن سے ناواقفی اور بے خبری اس دعویٰ کا منشا ہوا

ہے جو اس وقت مخالفانِ پردہ نے کیا ہے۔

اب ہم یہ کہتے ہیں کہ ان سب احکام میں جو پانچ نمبروں کے تحت میں تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں باہم کچھ تعارض نہیں، کیوں کہ یہ سب امور جمع ہوسکتے ہیں جیسا کہ آیندہ تقریر سے واضح ہوجائے گا۔ اور جو چیزیں باہم جمع ہوسکیں اُن میں تعارض کا دعویٰ کرنا یا اس بنا پر نسخ کا دعویٰ کرنا محض غلط ہے۔ اور اس لیے کسی نے ان آیتوں میں سے پچھلی آیتوں کو پہلی آیتوں کا ناسخ نہیں کہا، اس لیے ان سب آیتوں کا اختیار کرنا اور اُن پر عمل کرنا واجب ہوگا۔

پس ان مجموعہ احکام پر نظر کرکے جو کہ پانچ نمبروں میں مذکور ہوئے۔ پردہ کے حکم کی تقریر یہ ہوگی کہ آیت ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ اور آیت ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا﴾ میں تو عورتوں میں اپنی ذات کا چھپانا واجب کیا گیا ہے (کہ اجنبی مردوں کے سامنے کسی طرح بھی نہ آئیں) اور اصلی حکم یہی ہے، لیکن کبھی مجبوری کی حالت میں گھر سے باہر نکلنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

ایسی حالت میں آیت ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ سے عورتوں کو مردوں کے سامنے آنے کی اجازت دی گئی، مگر چادر گھونگھٹ وغیرہ سے تمام بدن کا چھپانا واجب کیا گیا۔ پھر کبھی بعض ایسی عورتوں کو جن کے پاس نوکر خادم نہ ہوں گھر سے باہر بعضے ایسے کاموں کی ضرورت واقع ہوجاتی ہے جو ہاتھ سے کیے جاتے ہیں، اور اس حالت میں ہاتھوں کے چھپانے میں دقّت ودشواری ہوتی ہے، پھر گھر سے باہر کام کرنے کے وقت اُس کام کو آنکھوں سے بھی دیکھنے کی حاجت ہوتی ہے، اور گھونگٹ سے منہ چھپا کر کام کو دیکھنا دشوار ہوتا ہے تو اس حالت میں چہرہ کا چھپانا بھی تنگی اور تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔ ایسی مجبوری کی حالت میں آیت ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے تفسیر مشہور کی بنا پر صرف چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت دے دی گئی اور باقی تمام بدن کا چھپانا واجب کیا گیا (﴿لَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾ کا یہی مطلب ہے)۔ کیوں کہ زینت سے مراد تمام بدن ہے اور چوں کہ ایسی ضرورت باندیوں کو اپنے آقاؤں کی خدمت کرنے کی وجہ سے زیادہ پیش آتی ہے، اس لیے اُن کے واسطے بہ نسبت آزاد عورتوں کے اس اجازت میں زیادہ توسیع کی گئی جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے

ساتھ اس کو بیان کیا گیا ہے۔

پس جوان عورتوں کو اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کھول کر آنے کی اجازت اُس حالت کے ساتھ مخصوص ہے جب کہ ان کے چھپانے میں تنگی اور تکلیف ہو۔ اور بعض علما نے پیروں کو بھی ہاتھوں پر قیاس کیا ہے اور اُن کے کھولنے کی بھی اجازت دی ہے۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ ہاتھوں اور پیروں میں فرق ہے کہ پیروں میں تو موزہ پہن کر چلنا پھرنا کام کرنا دشوار نہیں، اس لیے اُن کے کھولنے کی کچھ ضرورت نہیں اور ہاتھوں میں دستانے پہن کر کام کرنا خصوصاً ایسے کام جو ہاتھ سے کرنے کے ہیں دشوار ہے، اس لیے مجبوری کی حالت میں ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت دینا ضروری ہے۔

اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت اُس حالت کے ساتھ مخصوص ہے جب کہ اُن کے چھپانے میں تنگی اور دشواری ہو، اس کے لیے مستقل دلائل کے علاوہ خود لفظ ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں بھی دلیل موجود ہے۔ چناں چہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ عورت اپنے کسی عضو کو ظاہر نہ کرے (یہ تو ﴿لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ کا ترجمہ ہے، کیوں کہ زینت سے مراد تمام بدن ہے۔ اکثر مفسّرین نے اس کی یہی تفسیر کی ہے) لیکن اگر ایسی مجبوری کی حالت ہو جس میں چہرہ اور ہتھیلیوں کا چھپانا ایسا دشوار ہو کہ اگر عورت اُن کے چھپانے کا اہتمام اور قصد بھی کرتی ہے جب بھی یہ اضطراری طور پر خود بخود کھل جاتے ہوں، کیوں کہ اُس ضروری کام کے ساتھ ان کا پردہ نہیں ہوسکتا۔ ایسی حالت میں عارض کی وجہ سے بقدر ضرورت اُن کے کھولنے کی اجازت ہے، کیوں کہ یہ قاعدہ شریعت کا مشہور ہے: الضروري يتقدر بقدر الضرورة کہ جو شے ضرورت کی وجہ سے جائز کی جاتی ہے وہ ضرورت ہی کی حد تک جائز ہے اس سے زیادہ نہیں۔ پس ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے مستثنیٰ کرنے کے یہ معنیٰ ہیں جو ہم نے بیان کیے کہ مجبوری اور ضرورت کے وقت اُن کا کھولنا جائز ہے، نہ یہ کہ عورتوں کے واسطے اصلی حکم تو ہاتھ اور چہرہ کھولنا ہو اور چھپانے کا حکم کسی عارض کی وجہ سے ہو (جیسا کہ آج کل کے نوجوانوں کا خیال ہے)۔ اور اس کا احتمال بھی کیسے ہوسکتا ہے جب کہ آیت ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کا سیاق وسباق اس بات کو بتلا رہا ہے کہ اس مقام پر جتنے احکام

مذکور ہیں سب سے مقصود فتنہ کے دروازہ کو بند کرنا ہے۔ چناں چہ ﴿يَغُضُضْنَ مِنُ اَبُصَارِهِنَّ﴾ (عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں) ﴿وَيَحُفَظُنَ فُرُوُجَهُنَّ﴾ (اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں) ﴿وَلَا يَضُرِبُنَ بِاَرُجُلِهِنَّ﴾ (زمین پر پیر مار کر نہ چلیں)۔ یہ سب الفاظ اس کے مقصود ہونے کو صاف صاف ظاہر کر رہے ہیں۔ اور احادیث نبویہ نے تو فتنہ کے بعید سے بعید اسباب واحتمالات کا بھی راستہ بند کرنے کا اہتمام کیا ہے تو ایسی حالت میں آیت ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنُهَا﴾ کا یہ مطلب کیوں کر ہوسکتا ہے کہ عورت کا چہرہ اور ہاتھوں کو قصداً کھول کر مردوں کے سامنے آنا ہر حالت میں جائز ہے، خواہ اُن کے کھولنے کی ضرورت کسی مجبوری کی وجہ سے ہو یا نہ ہو۔ بالخصوص چہرہ کا قصداً کھولنا مطلقاً جائز کیوں کر ہوسکتا ہے جو تمام فتنوں کی جڑ ہے۔ اور اس کا انکار صرف کور باطنی ہی نہیں بلکہ کور چشمی کا بھی اقرار ہے۔ کیا کوئی عاقل جس کو ذرا بھی حس ہو اس کا دعویٰ کرسکتا ہے کہ کلائی اور بازو کے کھولنے میں چہرہ کھولنے سے زیادہ فتنہ ہے کہ ان کا تو چھپانا واجب کیا گیا، اور چہرہ کا چھپانا واجب نہ کیا گیا۔ اور اگر یہی مطلب مان لیا جائے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں تو آیت کے اجزا میں باہم تعارض ہو جائے گا جو ایک ادنیٰ عاقل کے کلام میں بھی محال ہے تو حکیم مطلق احکم الحاکمین کے کلام میں کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

رہا یہ کہ چہرہ اور ہتھیلیوں کا چھپانا اور بقیہ تمام بدن کا چھپانا پردہ کی یہ دونوں قسمیں ایک ہی درجہ میں واجب ہیں یا ان کے واجب ہونے میں باہم کچھ تفاوت بھی ہے، جیسے فرض اعتقادی اور فرض عملی میں درجہ کا تفاوت ہوتا ہے مگر واجب ہونا دونوں کا مشترک ہے۔ سو اس وقت اس سے یہاں بحث نہیں، یہ خود ایک مستقل مسئلہ ہے جس کا مشہور عنوان فقہ میں یہ ہے کہ ان میں سے کون سا عضو اپنی ذات سے چھپانے کے قابل ہے اور کون اپنی ذات سے چھپانے کے قابل نہیں۔ اس وقت جس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ چھپانا واجب ہے اُس میں یہ سب برابر ہیں گو وجوب کے درجہ میں تفاوت ہو۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے فُقہا نے ستر کے دو حصّے کیے ہیں: ایک عورتِ غلیظہ (جس کا چھپانا نہایت ضروری ہے اور اس کے کھولنے پر سخت سزا دی جاتی ہے) دوسرے عورت غیر غلیظہ کہ چھپانا اس کا بھی واجب اور ضروری ہے مگر اس کے کھولنے پر پہلے درجہ کے برابر سخت سزا نہیں دی جاتی (بلکہ اس سے کم سزا دی جاتی

ہے)۔ تو جیسا کہ واجب ہونے میں ستر کے دونوں حصّے برابر ہیں، مگر غلیظ اور خفیف ہونے میں باہم تفاوت ہے، اسی طرح واجب ہونے میں پردہ کے یہ دونوں درجے مشترک ہیں گو دوسرے اعتبار سے ان میں کچھ تفاوت بھی ہو۔

اور چوں کہ عادتاً ہاتھ سے کام کرنے میں اگر خاص طور پر پردہ کا خیال نہ رکھا جائے تو اکثر گلا اور سر بھی کھل جاتا ہے، اس لیے ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کے بعد ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ میں اس کا انتظام کردیا گیا (اور یہ حکم دیا گیا کہ اگر مجبوری کی حالت میں مردوں کے سامنے چہرہ اور ہاتھوں کو کھولا جائے تو اُس وقت عورتیں اس کا خیال رکھیں کہ اپنے دوپٹوں کو سینے پر ڈال لیا کریں)۔ جب ان آیات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ چہرہ اور ہتھیلیوں کے متعلق اصل حکم یہی ہے کہ ان کو چھپانا واجب ہے اور یہ حکم ظاہر میں سب عورتوں کے حق میں عام تھا جوانوں کے لیے بھی اور بوڑھی عورتوں کے لیے بھی، کیوں کہ آیت کے الفاظ میں جوان یا بوڑھی کی کوئی قید مذکور نہیں، اس لیے آیت ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِىْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا﴾ نے بڑی بوڑھی عورتوں کو اس حکم سے مستثنیٰ کردیا (اور بتلادیا کہ اُن پر چہرہ اور ہتھیلیوں کا چھپانا واجب نہیں) گو مستحب اُن کے واسطے بھی یہی ہے کہ چہرہ اور ہاتھوں کو چھپائے رکھیں ﴿وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ﴾ کا یہی مطلب ہے۔ اور چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا باقی تمام بدن کا چھپانا عام طور پر سب عورتوں کے حق میں واجب ہے۔ چناں چہ سر وغیرہ کا اجنبی مردوں کے سامنے کھولنا بوڑھی عورتوں کو بھی حرام ہے۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ آیت ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ نے بوڑھی عورتوں کو دوسری آیات کے حکم سے مستثنیٰ و مخصوص کیا ہے۔ اس[1] کا مبنیٰ وہ اصولی قاعدہ ہے کہ جب خصوص کی دلیل کلام میں مستقل موصول ہو تو وہ دلیل عام کے لیے مخصص ہو جاتی ہے، اور جس کلام کا منفصل اور مؤخر ہونا معلوم نہ ہو وہ موصول کے حکم میں ہے۔

پس اب حکم کا حاصل یہ ہوا کہ ان جوان عورتوں پر تو چہرہ اور ہتھیلیوں کا چھپانا ہر حال

---

[1] اس عبارت کی تسہیل دشوار تھی اس لیے اصل الفاظ ہی میں لکھی گئی اور عوام کو اس کی ضرورت بھی نہیں بلکہ اہلِ علم کے جاننے کی ہے۔

میں بدستور واجب ہے۔ سوائے اس حالت کے جب کہ اُن کے چھپانے میں تنگی اور تکلیف ہو۔ اور بوڑھی عورتوں کے لیے بھی چہرہ اور ہتھیلیوں کا مردوں کے سامنے کھولنا جائز ہوتا تو آیت ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ میں بوڑھی عورتوں کی تخصیص بے فائدہ اور بے کار ہوتی۔ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ مخالفانِ پردہ کا آیت ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے اس پر استدلال کرنا کہ یہاں عورتوں کے لیے علی الاطلاق ہر حالت میں چہرہ کھول کر مردوں کے سامنے آنا جائز ہے، بالکل باطل اور لغو ہے اُن کا یہ استدلال ہرگز صحیح نہیں۔

اب سمجھنا چاہیے کہ پردہ کے یہ سب احکام اجنبی مردوں کے اعتبار سے تھے اور محرموں کا حکم یا جو لوگ محرموں کے مثل ہیں اسی آیت کے دوسرے جملہ ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ میں مذکور ہے جس کی تقریر "بیان القرآن" میں موجود ہے۔ اس تقریر کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ نہ اہلِ حق میں سے کسی پر کوئی اشکال رہا اور نہ اہلِ باطل کے لیے گفتگو کی گنجایش کا احتمال رہا۔

فقط

و صلّی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد و علٰی اٰلہ وأصحابہ أجمعین. واٰخر دعوٰنا أن الحمد للّٰہ ربّ العالمین.

۴ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

مقام تھانہ بھون

تنبیہ: اخیر میں اس بات پر بھی متنبہ کر دینا ضروری ہے کہ جن مجبوریوں کی حالتوں میں عورتوں کو چہرہ اور ہاتھ کھولنے کی شریعت سے اجازت ہے، اس کا مطلب صرف یہی ہے کہ عورت کو اگر منہ چھپانے میں تنگی یا تکلیف ہو تو بضرورت وہ اپنا چہرہ کھول سکتی ہے، یہ مطلب نہیں کہ اُس وقت مردوں کو بھی عورتوں کے چہرہ کا دیکھنا جائز ہو جائے گا۔ عورتوں کو کسی وقت چہرہ کھولنے کی اجازت دے دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مردوں کو بھی اُس وقت اُن کے چہرہ پر نظر کرنا جائز ہے۔ اور اس کی دلیل خود اسی آیت میں موجود ہے کہ باوجودیکہ مرد کو ناف سے گھٹنے تک کے سوا باقی تمام بدن کا کھولنا جائز ہے، مگر عورتوں کو پھر بھی یہ حکم ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور مردوں کے چہرہ وغیرہ کی طرف نظر نہ کریں۔

پس یہاں جس قدر تفصیل عورتوں کے پردہ کے متعلق بیان کی گئی ہے کہ اُن کو اجنبی مردوں سے کس طرح پردہ کرنا چاہیے اور محرموں سے کس قدر، اور اجنبی مردوں سے کس وقت اپنی ذات کا چھپانا واجب ہے اور کس وقت برقع اوڑھ کر باہر نکل سکتی ہیں، اور کس حالت میں چہرہ اور ہتھیلیاں کھول سکتی ہیں، یہ سب تفصیل عورتوں کے فعل میں ہے۔ باقی مردوں کا جو فعل ہے یعنی عورتوں کا دیکھنا اُس کا حکم جدا ہے جس کا اجمالی بیان یہ ہے کہ اجنبی عورت سے تو ہر حال میں مرد کو اپنی نگاہ کی حفاظت لازم ہے، اور جو عورتیں محرم ہوں اُن سے بوقت احتمال شہوت نگاہ کا پھیرنا واجب ہے۔ یعنی اگر کسی وقت محرم عورت کے دیکھنے میں بھی شہوتِ نفسانیہ کا احتمال ہو تو مرد پر واجب ہے کہ اس وقت محرم کو بھی نہ دیکھے اور نگاہ کی حفاظت کرے۔

خلاصہ یہ کہ مرد کو بجز بیوی اور باندی کے (جو بقاعدۂ شرعیہ باندی ہو محض نوکر یا خادمہ یا رواجی باندی نہ ہو) اور کسی عورت کا دیکھنا شہوت کے ساتھ جائز نہیں، اور اجنبی عورت کو بلاشہوت کے بھی دیکھنا جائز نہیں جب تک دیکھنے کی سخت ضرورت نہ ہو۔ خوب سمجھ لو۔

فقط

ظفر احمد

۶ / ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

از مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ص وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ o﴾[1]

یہ ایک آیت ہے جس میں حق تعالیٰ عورتوں کو ارتکابِ زنا سے روکنے اور ان کو ان باتوں کی تعلیم فرماتے ہیں جن سے وہ زنا سے محفوظ رہ سکتی ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی حق تعالیٰ ان احکام میں اس کی بھی رعایت رکھتے ہیں کہ عورتوں کو تنگی نہ ہو۔ چناں چہ فرماتے ہیں کہ اے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مسلمان عورتوں سے فرما دیجیے کہ وہ اپنی آنکھیں کسی قدر بند رکھیں اور اپنی نظروں کو آزاد نہ کریں کیوں کہ نظر کی آزادی ابتدائی مرحلہ ہے زنا کا، کیوں کہ اس سے ایک شخص کے محاسن کا ادراک ہوتا ہے اور ادراک سے استحسان پیدا ہوتا ہے اور استحسان سے رغبت اور رغبت سے کوشش اور کوشش سے زنا۔ اور (اس طرح) اپنی شرم گاہوں کو (زنا سے) محفوظ رکھیں (اور اگر وہ ایسا نہ کریں گی تو زنا میں مبتلا ہوجانے کا بہت قوی خطرہ ہے)۔ اور (دوسری بات جس سے وہ زنا سے محفوظ رہ سکتی ہیں یہ ہے کہ) وہ اپنی آرایش (کپڑوں، زیور وغیرہ) کو نہ کھولیں (بلکہ اسے بطور خود چھپاتی رہیں تاکہ وہ غیر مردوں کی اتفاقیہ نظر سے بھی محفوظ رہے، اور کوئی اُسے چھپ کر شرارت سے دیکھنا چاہے تو اُسے بھی کامیابی نہ ہو۔ اور جب کہ نفسِ آرایش کے متعلق یہ حکم ہے تو اعضائے جسم بالاولیٰ قابلِ اخفا و ستر ہوں گے) بجز اس (آرایش) کے جو (عادتاً ظاہر ہو) اور اس کے چھپانے میں تنگی ہو، کیوں کہ گو اس کے کشف فی نفسہٖ میں بھی خطرہ ہے مگر چوں کہ خطرہ بعید اور ضرورت شدید

[1] النور: ۳۱

ہے، لہٰذا وہ بضرورت مستثنیٰ ہے جیسے: کپڑے یا وہ آرایش جس کا تعلّق وجہ و کفّین سے ہے، جیسے: انگوٹھی آرسی، چھلّے، مہندی، مسّی، سُرمہ، پان، ٹیکہ افشاں وغیرہ۔ اور جب کہ یہ مستثنیٰ ہیں تو تبعاً و[1] التزاماً[2] اس کے مواقع یعنی وجہ و کفّین بھی مستثنیٰ ہوں گے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وجہ و کفین اور اُن کے متعلق آرایش کو لوگوں کے سامنے کھولیں، بلکہ مطلب صرف اس قدر ہے کہ فی نفسہٖ ان کو کپڑوں میں چھپانے کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح جس آرایش اور اُس کے مواقع کو چھپانے کی ہدایت ہے، اُس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ دوسرے لوگوں سے چھپائیں۔ یعنی اس جملہ میں اس سے بحث نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ فی نفسہٖ قابلِ ستر ہیں، کیوں کہ یہاں صرف فی نفسہ قابل کشف اور مستحقِ ستر اشیا کا بیان کرنا مقصود ہے (اور اس سے کوئی بحث نہیں کہ کس سے چھپائیں اور کس کے سامنے ظاہر کریں، کیوں کہ اس کی تفصیل آیندہ آنے والی ہے)۔ اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں (تاکہ گلا بھی ڈھکا رہے اور گریبان سے سینہ بھی نظر نہ آئے اور پستانوں کا اُبھار بھی چھپ جائے۔ یہ وہ تدابیر ہیں جن پر عورتوں کو ذاتی طور پر عمل پیرا ہونا چاہیے تاکہ وہ زنا کے خطرہ سے محفوظ رہیں)۔

اور (تیسری بات جس کی زنا سے حفاظت کے لیے بہت سخت ضرورت ہے یہ ہے کہ) وہ اپنی آرایش[3] کو (خواہ لباس[4] ہو یا زیور یا مُسّی سُرمہ وغیرہ) کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں بجز اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ داداؤں کے یا اپنے شوہروں کے باپ داداؤں کے یا اپنے

---

[1] اس تفسیر پر تمام اقوال سلف جو ﴿مَا ظَهَرَ﴾ کی تفسیر میں واقع ہیں جمع ہو گئے اور معلوم ہو گیا کہ ان کی تفاسیر بطور تمثیل کے ہیں نہ بطور حصر کے [2] اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ جن لوگوں نے ﴿مَا ظَهَرَ مِنۡهَا﴾ کی تفسیر وجہ و کفّین سے کی ہے انھوں نے وجہ و کفین کو اس کا مدلول التزامی قرار دیا ہے نہ کہ مدلول مطابقی۔

[3] النهي عن إبداء الزينة مع كونها غير عورة فقهية يدل على أن مبنى هٰذا النهي ليس كون الشيء عورة أو غير عورة بل مبناه هو الفتنة، وهو يدل على أن الوجه ليس بمستثنى.

[4] دل على التعميم إطلاق اللفظ؛ لأن لفظ الزينة يعم كل ما يتزين به واللباس أيضا منه كما قال تعالىٰ: ﴿خذوا زينتكم﴾ والبرقع أيضا من اللباس فلا يؤذن بالخروج في البرقع بلا ضرورة.

پسری اولاد (بیٹوں، پوتوں، نواسوں) [1] کے یا اپنے شوہروں کی پسری اولاد (بیٹوں، پوتوں، نواسوں) [2] کے یا اپنے بھائیوں کی پسری اولاد کے یا اپنے بیٹوں کی پسری اولاد (بیٹوں، پوتوں، نواسوں) [3] کے (یا اُن کے مثل دوسرے محارم کے) یا اپنی (ہم مذہب مسلمان) عورتوں کے یا اپنے (مؤنث) مملوکوں کے یا ان متعلّقین (نوکر چاکروں) کے جو کہ مردوں میں سے (بوجہ کمال سادگی اور بھولے پن کے) عورتوں کی حاجت نہ رکھتے ہوں یا اُن (نامحرم) لڑکوں کے جو کہ (بوجہ نابالغ اور غیر مراہق ہونے کے) عورتوں کے مخفیات پر مطلع نہ ہوتے ہوں (کیوں کہ شوہروں سے اخفا کی تو کوئی وجہ ہی نہیں۔ رہے محارم سو ان سے فتنہ کا اندیشہ قریب قریب نہ ہونے کے ہے اور کثرتِ اختلاط اور ضرورت کی وجہ سے ان سے احتیاط دشوار ہے، لیکن اگر کسی جگہ اُس کا خطرہ قریب ہو تو اُس سے بھی پردہ کرایا جائے گا۔ لعدم منشاء الاستثناء. رہی مسلمان عورتیں سو اُن سے بھی خطرہ نہیں اور ضرورت ہے۔ اسی طرح کافر لونڈیوں میں ضرورت ہے اور خطرہ بعیدہ ہے۔ رہی تابعی غیر اولی الاربہ اور نابالغ یا غیر مراہق لڑکے سو اُن میں ضرورت ہے اور خطرہ نہیں، اس وجہ سے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا۔ یہ تو حکم تھا نفسِ زینت کا۔ اب رہے مواقعِ زینت یعنی اعضا سو اُن کی تفصیل یہ ہے کہ جو مواقع ایسے ہیں جن کی زینت کا اظہار مستلزم ہے خود اُن کے اظہار کو جیسے وجہ و کفّین سو اُن کا حکم تو التزاماً معلوم ہو گیا کہ جہاں ابدائے زینت جائز ہے وہاں کشف وجہ و کفّین بھی جائز ہے، اور جہاں نہیں وہاں یہ بھی نہیں۔

اب رہے وہ اعضا جن کی زینت کا اظہار مستلزم اُن کے اظہار کو نہیں، جیسے اعضائے مستورہ تحت الثیاب، سو اُن میں یہ تفصیل ہے کہ اشخاص مستثنیٰ (یعنی محارم سے جن اعضا کے ستر میں حرج ہے، جیسے: سر، گردن، سینہ، بازو، پنڈلیاں، کلائیاں وہ بوجہ علت مشترکہ ملحق بالزینہ ہیں۔

---

[1] هذا بطريق عموم المجاز [2] اعتبار الأمرين في الاستثناء، أعني التبعية، وكونه من غير أولي الإربة يدل على أن مبنى الاستثناء مجموع الأمرين: الضرورة التي تدل عليه التبعية، وعدم الفتنة الذي يدل عليه كونه من غير أولى الإربة، وهما متحققان في جميع من استثناء هم الله.

[3] ورد في تفسيره عن السلف: الأبله والأحمق والمغفل لا مخبوط الحواس.

اور جو ایسے نہیں ہیں وہ اپنے حکم اصلی یعنی وجوب تستّر پر باقی ہیں، جیسے: ران، پیٹ وغیرہ باستثنائے شوہر کے کہ اس کے لیے کوئی چیز قابلِ تستّر نہیں)۔ اور (چوتھی بات جو زنا سے حفاظت میں معین ہوگی یہ ہے کہ) وہ اپنے پاؤں کو زمین پر نہ ماریں تاکہ اُن کی وہ آرایش معلوم نہ ہوسکے جس کو وہ چھپائے ہوئے ہیں (کیوں کہ عورت کے زیور کی آواز سن کر مردوں کو فطری طور پر اُن کی طرف میلان ہوتا ہے جس سے اول اُن کے خیال پر اثر پڑتا ہے اور خیال سے فعل پر۔ اور جب کہ اُن کو اپنے زیوروں کی آواز کے چھپانے کی ضرورت ہے تو اُن کو اس کی اجازت بالاولیٰ نہ ہوگی کہ وہ خود بلاضرورت غیر مردوں سے بات کریں، کیوں کہ اُن کی آواز میں زیور کی آواز سے زیادہ فتنہ ہے۔ اور ضرورت کے مواقع پر بھی اس کی احتیاط کی جاوے گی کہ فتنہ نہ ہو۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ﴾ اور اصل تدبیر جو مانع عن الزنا ہے وہ یہ ہے کہ) اے مؤمنو! تم سب اللہ کی طرف رجوع ہو (کیوں کہ ان تدابیر پر بھی اُسی وقت عمل ہوسکتا ہے جب کہ رجوع الی اللہ ہو، ورنہ یہ سب باتیں ایک قصّہ ہوں گی جو صرف سننے کے درجے میں رہیں گی اور اُن پر عمل نہ ہوسکے گا۔ امید ہے کہ اُن تدابیر پر عمل کرکے تم کامیاب ہوگے اور اُن کے ترک یا رد سے خائب وخاسر نہ رہوگے۔

فوائد متعلّقہ آیت متلوہ

۱۔ اس آیت میں جس قدر احکام مذکور ہیں وہ سب زنا کی انسدادی تدبیریں ہونے کی حیثیت سے مذکور ہیں۔

۲۔ چوں کہ وہ تمام باتیں جن سے اس جگہ روکا گیا ہے سب ایک ہی مرتبہ میں مفضی إلی الزنا نہیں ہیں، بلکہ اس کا احتمال بعض میں قریب ہے اور بعض میں بعید، اس لیے نہی کے مراتب میں بھی تفاوت لازم ہے۔ پس غیر محارم کی عدم موجودگی میں عورت کا ماسوائے زینت ظاہرہ کو کھولنا خلافِ احتیاط ہونے کی وجہ سے خلافِ اولیٰ ہوگا، اور غیر محارم کی موجودگی میں زینت کا کھولنا بوجہ احتمالِ فتنہ کے قریب ہونے کے حرام ہوگا۔ اس لیے ﴿لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں نہی مطلق طلبِ کشف کے لیے ہوگی اور ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا

لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ میں تحریم کے لیے۔

۳۔ ﴿لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں ابدا سے کشف وستر فی نفسہٖ مراد ہے نہ کہ کشف للغیر وستر عن الغیر، کیوں کہ آیت میں غیر سے اصلاً تعرض نہیں اور نہ تقدیر محذوف کی ضرورت ہے اور نہ نفس حذف بالتعیین محذوف پر کوئی قرینہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس میں مفاسد عدیدہ[1] ہیں۔ اور عرض مسوق لہ الکلام بقدر امکان تدبیر حفاظت از زنا ہے لیکن تبعاً اس سے عورت وغیر عورت کی تفصیل بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا چہرہ اور پانچوں تک ہاتھ ستر نہیں ہیں، کیوں کہ ان سے بوجہ تعذر کے ستر فی نفسہٖ ساقط ہے اور باقی جسم ستر ہے، کیوں کہ ان کا ستر فی نفسہٖ بحالہ باقی ہے۔

پس فقہا کا استدلال اس سے تفصیل عورۃ وغیر عورۃ پر باشارۃ النص ہے نہ بعبارۃ النص، لیکن دوسرے دلائل سے لونڈیاں اس سے مستثنیٰ ہیں[2]۔ اور ان میں ستر وغیر ستر کی تفصیل دوسری ہے۔

۴۔ ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے جو لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جوان عورتوں کے لیے عام طور پر چہرہ کھولے پھرنا جائز ہے یہ اُن کی غلطی ہے۔ کیوں کہ ہم بتلا چکے ہیں کہ ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں صرف عورتوں کو فی نفسہٖ چہرہ اور ہاتھ کھولے رہنے کی اجازت ہے تاکہ دوسرے اعضا کی طرح اُن کے چھپانے کے اہتمام سے اُن کو زحمت اور تکلیف نہ ہو، اور اس میں دوسروں کے سامنے اُن کے کھولنے کے جواز وعدم جواز سے تعرض نہیں ہے۔ پھر نہی ابدائے زینت وضربِ ارجل سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے جملہ اعضا و متعلقات فی نفسہٖ قابلِ ستر ہیں، کیوں کہ ان میں مرد کی توجہ کو اپنی طرف پھیر لینے کا قدرتی اثر ہے اور وجہ و کفّین سے اسقاطِ ستر فی نفسہٖ بوجہ ضرورت کے ہے۔

اسی طرح بعض اعضائے مستورہ فی نفسہا کالرأس والعضد[3] وغیرہا اعضائے غیر مستورہ

---

[1] قد بينا بعضها فيما سيأتي وتركنا بعضها خوف الإطناب. [2] مگر فقہا نے انھیں مستثنیٰ نہیں کیا بلکہ ان کے ان اعضا کو بھی جو علاوہ وجہ و کفّین کے ستر نہیں ہیں ما ظهر عادۃ میں داخل کیا ہے۔)

[3] یعنی مثل سر اور بازو کے۔

فی نفسہا کالوجہ والکفین کے محارم کے سامنے ابدا کی اجازت بھی مبنیٰ بر ضرورت ہے۔ لہٰذا وجہ و کفین وغیرہ میں ستر اصلی ہے اور کشف للعارض۔ اور چوں کہ جوان عورتوں کے کشف وجہ للاجانب میں کوئی ایسی ضرورت نہیں ہے جس کو شریعت ضرورت تسلیم کرتی ہو، کیوں کہ آج کل کی تہذیب وترقی وتمدّن شرعی ضرورتیں نہیں اور احتمال فتنہ بہت قریب ہے، اس لیے ان کو کشفِ وجہ للاجانب کی شرعاً اجازت نہیں ہوسکتی۔ بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ حق تعالیٰ فتنہ کی وجہ سے عورتوں کو اپنے زیوروں کی آواز سنانے کی بھی ممانعت کرتے، اور باوجود مردوں کے چہرہ وغیرہ کے عورت نہ ہونے کے عورتوں کو غضِ بصر کا حکم دیتے ہوں۔

پس جب کہ وہ عورتوں کو مردوں کے دیکھنے سے منع کرتے ہیں جن کا اکثر حصہ جسم عورت نہیں اور جو عورت ہے وہ مستور ہے۔ نیز اُن کو اپنے زیور کی آواز مردوں کو سنانے سے بھی روکتے ہیں۔ نیز وہ مردوں کو ﴿يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾ کا حکم دیتے ہیں، حالاں کہ اُن کی نظریں انھی اعضا وغیرہ پر پڑسکتی ہیں جن کے کشف وغیرہ کے جواز پر زور دیا جاتا ہے۔ تو کوئی عاقل اس کو تسلیم نہیں کرسکتا کہ وہ خاص اس اہتمام کی حالت میں عورتوں کو بذریعہ ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کے اجازت دیں کہ وہ اپنے چہرہ کو مردوں کے سامنے کھول کر زنا کا پھاٹک کھول دیں۔

پس اس سے بھی معلوم ہوا کہ ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ سے یہ سمجھنا کہ اس جگہ حق تعالیٰ نے عورتوں کو مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت دی ہے ہرگز قابلِ قبول نہیں۔ نیز حق تعالیٰ نے ﴿لَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾ میں کشف زینتِ مستورہ کی ممانعت فرمائی ہے۔ پس اگر اس سے کشف للغیر کی ممانعت مقصود ہو تو پھر اس کی کوئی وجہ ہونی چاہیے کہ حق تعالیٰ نے سر اور بازو وغیرہ کو اجانب کے سامنے کھولنے کی کیوں ممانعت کی ہے۔ اس کا جواب اگر یوں دیا جاوے کہ وہ عورت ہیں تو اس پر سوال یہ ہے کہ آخر ان کو عورت قرار دینے کی کیا وجہ ہے؟ سو اس کا جواب ہر صاحبِ فہم یہ دے گا کہ اس کی وجہ وہی احتمالِ فتنہ ہے۔

پس اب قابلِ غور یہ بات ہے کہ کیا بازو وغیرہ کھولنے میں چہرہ کھولنے سے زیادہ فتنہ تھا؟ سو اس کا جواب یہی ہے کہ نہیں۔ پس ایسی حالت میں کون عاقل تسلیم کرے گا کہ جس میں احتمالِ فتنہ کم تھا حق تعالیٰ اس کو چھپانے کا حکم دیں اور جس میں احتمالِ فتنہ زیادہ تھا اُس کو

کھولنے کی اجازت دیں۔ جب کوئی عاقل اس کو تسلیم نہیں کرسکتا تو ثابت ہوا کہ یہاں ابدا سے مراد کشف للغیر نہیں ہے، بلکہ کشف فی نفسہٖ ہے۔ اور چہرہ کھولنے کی اجازت دوسروں کے سامنے نہیں بلکہ اس میں صرف کشف فی نفسہٖ کی اجازت ہے۔ پھر اگر جوازِ کشف کا منشا صرف عورت نہ ہونا ہے تو خود اظہارِ زینت کی ممانعت کیوں ہے، کیوں نفسِ زینت عورتِ اصطلاحیہ نہیں ہے حالاں کہ اس کے کشف کی ممانعت منصوص ہے، کیوں کہ لفظِ زینت اپنے حقیقی معنی میں استعمال کیا گیا ہے اور مواضعِ زینت مراد لینا بلا ضرورت اور بلا قرینہ ہے۔

۵۔ ﴿لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں اصالتاً منہی عنہ ابدائے زینت ہے اور زینت مستورہ کے مواضع کا حکم بطریق (التزام) اور یہ ثابت ہے۔ اور زینتِ ظاہرہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس زینت کا کشف مستلزم کشف محل ہو تو وہ محل التزاماً مستثنیٰ ہوگا جیسا کہ وجہ و کفین، اور جس کا ابدا مستلزم ابدائے محل نہیں وہاں محل مستثنیٰ نہ ہوگا جیسے: ثیاب وغیرہ۔

۶۔ ﴿لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ میں بھی چوں کہ زینت سے مراد معنی حقیقی ہیں، اس لیے اصالتاً بھی زینت سے متعلق ہوگی۔ اور زینت چوں کہ مطلق ہے اس لیے غیر مستثنیٰ اشخاص کے لیے ہر زینت کا ابدا ناجائز ہوگا۔ خواہ وہ چہرہ اور کفین سے متعلق ہو یا جسم کے کسی اور حصّہ سے، اور مستثنیٰ اشخاص کے لیے ہر زینت کا ابدا جائز ہوگا۔ اب رہا موضع زینت سو اس میں یہ تفصیل ہے کہ چوں کہ غیر مستثنیٰ اشخاص کے لیے ہر زینت کا کشف ناجائز ہے، اس لیے ان کے مواضع کا کشف بالاولیٰ ناجائز ہوگا۔ اور چوں کہ مستثنیٰ اشخاص کے لیے ہر زینت کا ابدا جائز ہے، اس لیے اس کا جواز بدلالت مطابقی منطوق کلام سے ثابت ہوگا۔ اب رہے مواضع سو اس میں یہ تفصیل ہے کہ جو مواضع ابدا میں زینت سے منفک نہیں ہوسکتے ان کا ابدا تو نص سے بدلالتِ التزامی ثابت ہوگا، اور جو مواضع ایسے نہیں ہیں اس سے نص ساکت ہوگی اور اس لیے اُن کا حکم دوسرے دلائل سے معلوم کیا جاوے گا۔ سو چوں کہ وہ دو قسم کے ہیں: بعض تو ایسے ہیں جن کے اخفا میں مستثنیٰ اشخاص سے تعذر ہے، اور بعض ایسے نہیں ہیں۔ سو جن کے اخفا میں تعذر ہے ان کو فقہا نے بعلتِ مشترکہ ملحق بالزینہ قرار دیا ہے اور جو ایسے نہیں ہیں وہ اپنی حالت پر مستور ہیں باستثنائے شوہر کے کہ اُس سے کوئی چیز مستور نہیں ہے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ بحکم ﴿لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ غیر مستثنیٰ اشخاص سے چہرہ اور کفّین کا چھپانا ضروری ہے۔ اور اس سے بھی ثابت ہوا کہ ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں عورتوں کو کشفِ وجہ للغیر کی اجازت نہیں ہے، ورنہ دونوں حکموں میں تعارض ہو جاوے گا، اور اس تعارض کے دفع کے لیے ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ کو حکم ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ میں مقدر ماننا بلاضرورت اور بلا قرینہ ہے۔

۷۔ فقہا تصریح کرتے ہیں کہ بہت بوڑھی عورتوں کے لیے نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنا جائز ہے۔ سو اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ انھوں نے ان کو ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ سے اس بنا پر خارج سمجھا ہے کہ یہاں مقصود بالخطاب وہ عورتیں ہیں جو اہلِ شہوت و محلِ شہوت ہیں۔ كما يدل عليه قوله تعالىٰ: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ ، یا انھوں نے ان کو لونڈیوں کی طرح دوسرے دلائل سے خارج کر دیا ہے۔ چناں چہ ایک دلیل یہ ہے کہ عورت کا تمام بدن فی نفسہ بوجہ احتمالِ فتنہ کے وَلَوْ كَانَ بَعِيْدًا قابلِ ستر فی نفسہ و عن الغیر تھا، مگر شریعت نے بوجہ حرج کے چہرہ اور ہاتھوں سے ستر فی نفسہ کو تمام عورتوں کے حق میں ساقط کر دیا، لیکن جوانوں کے حق میں ستر عن الغیر بوجہ فتنہ کے بحالہ باقی رہا۔ اور بوڑھیوں سے بوجہ احتمالِ فتنہ کے نہایت کمزور ہونے اور فی الجملہ ضرورت کے کشف عن الغیر بھی ساقط ہو گیا۔ اور باقی جسم بوجہ غیر ساقط الستر ہونے کے بحالہ واجب الستر رہا۔ اور دوسری دلیل ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا﴾ ہو سکتی ہے۔

اس تقریر سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جواز کشفِ وجہ للعجائز میں چہرے کے عورت نہ ہونے کو دخل ضرور ہے، مگر وہ مستقل علت نہیں تاکہ اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہو کہ جوان عورت کا چہرہ بھی ستر نہیں، لہٰذا اس کا کشف للغیر فی نفسہ جائز ہے۔ مگر بعارض فتنہ ممنوع ہے، کیوں کہ ہم بتلا چکے ہیں کہ چہرہ اور کفّین کا عورت نہ ہونا بایں معنیٰ ہے کہ ان سے بوجہ تعذر کے کشف فی نفسہ ساقط ہے، نہ بایں معنیٰ کہ ان کا غیر محرموں کے سامنے کھولنا جائز ہے، کیوں کہ ستر عن الغیر ان میں بحالہ باقی ہے۔ اور بوڑھیوں میں اس کا جواز کشف للعارض ہے لكون الستر أصلاً في النساء.

۸۔فقہا کہتے ہیں کہ مرد کو غیر محرم عورتوں کے چہرہ اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ عورتوں کو غیر مردوں کے سامنے چہرہ کھولنا جائز ہے۔مگر یہ نہایت سخت غلطی ہے، کیوں کہ اول تو اس زمانہ میں شرط جواز کا تحقق ہی نادر ہے، پھر کشفِ وجہ للغیر اور رویت اِلی وجہ المرأہ یہ دو جداگانہ فعل ہیں۔اول فعل عورت کا ہے اور دوسرا مرد کا۔اب اگر فرض کیا جاوے کہ مرد کو اپنے نفس پر اطمینان ہے اور اس وجہ سے اسے گنجایش ہے کہ وہ عورت کے چہرہ کو دیکھے تو عورت کو اُس کے سامنے چہرہ کھولنے کی کیسے اجازت ہوسکتی ہے، کیوں کہ اسے کیا علم ہے کہ میرے چہرہ کھولنے پر مرد کے دل و دماغ پر کیا اثر ہوگا؟ اور جب کہ اسے اجازت نہیں ہوسکتی تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا صریح غلط ہے۔

۹۔ قَالَ ابْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنِي عَلِيٌّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قوله: ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ قَالَ: وَالزِّيْنَةُ الظَّاهِرَةُ الْوَجْهُ وَكُحْلُ الْعَيْنِ وَخِضَابُ الْكَفِّ وَالْخَاتَمِ، فَهٰذَا تَظْهَرُ فِيْ بَيْتِهَا لِمَنْ دَخَلَ مِنَ النَّاسِ عَلَيْهَا.

اس روایت سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں: ایک یہ کہ زینت سے مراد موضعِ زینت نہیں ہے، بلکہ ما یتزین بہ النساء ہے اور دخولِ وجہ ما ظہر میں لزوماً ہے۔دوسرے یہ کہ فِيْ بَيْتِهَا کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ ابدا سے مراد ابدائی نفسہٖ ہے نہ کشف للغیر۔اور مطلب یہ ہے کہ وہ گھروں میں لباس اس طرح پہنیں کہ منہ اور کف اور ان کے متعلق زینت کھلی رہے۔اور جب یہ صورت[1] ہے تو جن لوگوں کے لیے گھر میں آنے جانے کی اجازت ہے اُن کے لیے اُن کے ظاہر ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۰۔ابن جریر نے ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں اقوال مختلفہ بیان کرکے کہا کہ وأولى الأقوال في ذٰلك بالصواب قول من قال: عني بذلك الوجه والكفان يدخل في ذلك الكحل والخاتم والسوار والخضاب. وإنَّما قلنا ذلك أولٰى الأقوال

[1] اندفع بهذا ما يتوهم من قوله: فهذا تظهر في بيتها لمن دخل من الناس عليها، أن المراد من الإبداء هٰهنا الكشف للغير.

في ذلك بالتأويل لإجماع الجميع على أن على كل مصلٍّ أن يستر عورته في صلاته، و أن للمرأة أن تكشف وجهها و كفيها في صلاتها، وأن عليها أن تستر ما عدا ذلك من بدنها، إلا ما روي عن النبي ﷺ أنه أباح لها أن تبديه من ذراعها إلى قدر النصف، فإذا كان ذلك من جميعهم إجماعاً كان معلوما بذلك أن لها أن تبدي من بدنها ما لم يكن عورة كما ذلك للرجال؛ لأن ما لم يكن عورة فغير حرام إظهاره، وإذا كان لها إظهار ذلك كان معلومًا أنّهٗ مما استثناه اللّٰه تعالىٰ بقوله:﴿ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا﴾؛ لأن كل ذلك ظاهر منها.

لیکن اس میں یہ کلام ہے کہ یہ مسلم ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عورت اپنا چہرہ اور کف نماز میں کھول سکتی ہے، مگر اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ چہرہ اور کف کا فی نفسہ ستر ضروری نہیں ہے اور وہ بایں معنی غیر عورت ہیں۔ اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا اجانب کے سامنے اظہار بھی جائز ہے۔ اور مردوں پر ان کا قیاس قیاس مع الفارق ہے، کیوں کہ مردوں کے جن اعضا سے ستر فی نفسہ ساقط ہے، ان سے ستر عن الغیر بھی ساقط ہے بوجہ ضرورت کے، کیوں کہ ان کے لیے ان اعضا کے ستر عن الغیر میں وہی حرج اور تنگی ہے جو عورتوں کے لیے ستر وجہ و کفین فی نفسہ میں۔ برخلاف عورتوں کے کہ وہ گھروں کی بیٹھنے والیاں اور پردہ نشین ہیں، ان کے لیے ستر عن الغیر میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے ان کے حق میں ستر عن الغیر بحالہ باقی ہوگا۔ علاوہ ازیں عورتوں میں تستّر اصل ہے اور تکشف للعارض، اور مردوں میں بالعکس۔

قال النيسابوري في أثناء كلامه: بدن المرأة في نفسه عورة بدليل أنه لا يصح صلاتها مكشوفة البدن، وبدن الرجل بخلافه (۴/۷۷) كذا قال ابن جرير. وفي "الكشاف" أيضا ما يدل عليه حيث قال: فإن قلت: لِمَ سومح مطلقا في الزينة الظاهرة؟ قلت: لأن سترها فيه حرج. وهذا يرشدك إلى أن الستر في المرأة هو الأصل والكشف للعارض فقياس أحدهما على الآخر قياس مع الفارق.

اور اس بنا پر ما لم يكن عورة فغير حرام إظهاره بایں معنی مسلّم ہے کہ اس کا اظہار فی

نفسہ حرام نہیں ہے۔ اور بایں معنی مسلم نہیں ہے کہ اس کا اظہار غیر محرم کے لیے جائز ہے۔ پس اس استدلال سے یہ تو ثابت ہوسکتا ہے کہ چہرہ اور کف عورت نہیں بایں معنی کہ وہ اعضائے مکشوفہ فی نفسہ اور ساقط الستر ہیں، لیکن نہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد ہیں اور نہ یہ کہ ان کا کشف للغیر جائز ہے، پھر ترجیح کی ضرورت اُس وقت ہوتی ہے جب کہ تعارض ہو۔

اور ہم بتلا چکے ہیں کہ اقوالِ مختلفہ اس کی تفسیر میں بطور تمثیل کے واقع ہیں نہ کہ بطور حصر کے۔ اور دخول وجہ و کفّین ﴿مَا ظَهَرَ﴾ میں بدلالت التزامی ہے نہ کہ بدلالت مطابقی۔ پس ان میں تعارض ہے اور نہ ترجیح کی ضرورت ہے گو یہ بات بہت ظاہر ہے مگر ہم مزید قطع حجت کے لیے کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کبھی زینت ظاہرہ کی تفسیر مطلق ثیاب سے کرتے ہیں اور کبھی اس کی تفسیر میں صرف رِدَاء بیان کرتے ہیں اور ثیاب کے زینت میں داخل ہونے پر ﴿خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ سے استدلال کرتے ہیں۔ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کبھی اس کی تفسیر میں صرف الکحل والخاتم کہتے ہیں اور کبھی الکحل والخدّان اور کبھی الخاتم والمسکۃ اور کبھی الوجہ وکحل العین وخضاب الکف والخاتم۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفاسیر بطور تمثیل کے ہیں نہ کہ بطور حصر کے۔ میں نے ابنِ جریر کے کلام کو نقل کر کے اس پر اس لیے کلام کیا ہے کہ اس سے معلوم ہو جائے کہ مشہور تفاسیر کا مبنیٰ کیا ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے؟

۱۱۔ وقال ابن المنير في حاشية الكشاف: قولهٗ تعالىٰ: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ﴾ محقق أن إبداء الزينة بعينه مقصود بالنهي؛ لأنه قد نهى عما هو ذريعة إليه خاصة؛ إذ الضرب بالأرجل لم يعلل النهي عنه إلا بعلم أن المرأة ذات زينة وإن لم تظهر (أي الزينة) فضلا عن مواضعها.

یہ صاف دلیل ہے اس بات کی کہ ﴿لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ میں تفصیل عورۃ وغیرہ عورۃ مقصود نہیں ہے، بلکہ اصل مقصود سدّ ذرائعِ زنا ہے اور زینت سے اس کے حقیقی معنی مراد ہیں نہ کہ اس کے مواضع۔

۱۲۔ وقال في "الكشاف" فإن قلت: لم يذكر الله الأعمام والأخوال؟

قلت: سئل الشعبي عن ذلك، فقال: لئلا يصفها العم عند ابنه والخال كذلك، و معناه أن سائر القرابات يشرك الأب والابن في الحرمية إلاَّ العم و الخال وابناء هما، فإذا رآها الأب فربما وصفها لابنه و ليس بمحرم فيداني تصوره لها بالوصف نظره إليها. وهذا أيضا من الدلالات البليغة على وجوب الاحتياط عليهن في التستر.

اب مقام غور ہے کہ جو خدا پردہ کے باب میں اس قدر دور کی احتیاط سے کام لے وہ عین اس احتیاط کے موقع پر عورتوں کو کیسے اجازت دے گا کہ وہ عام طور پر نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولیں۔ یہ بھی دلیل ہے اس بات کی کہ ﴿لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں ابدا سے کشف للغیر مراد نہیں بلکہ کشف فی نفسہ مراد ہے۔ اس تفصیل کے پڑھنے کے بعد ذی فہم اور مُنصِف مزاج شخص کو اچھی طرح معلوم ہو جاوے گا کہ قرآن شریف صرف اسی ایک آیت میں عورتوں کے لیے جس قدر شدید پردہ کا اہتمام کرتا ہے، پردہ مروجہ میں اس درجہ کا اہتمام نہیں ہے، کیوں کہ اوّل تو وہ عورتوں اور مردوں کو غض بصر کا حکم دیتا ہے، پھر عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بطور خود بھی اخفائے زینت واعضا کا اہتمام رکھیں اور صرف اسی زینت اور عضو کو کھولے رہیں جس کی شدید ضرورت ہے۔ پھر ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ میں حکم دیتا ہے کہ وہ نامحرموں کو اپنا چہرہ وغیرہ تو در کنار اپنا پلّہ تک نہ دکھائیں، کیوں کہ لباس بھی زینت میں داخل ہے۔ پھر اس پر بھی بس نہیں کرتا اور ﴿لَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ﴾ میں حکم دیتا ہے کہ پلّہ تو در کنار وہ نامحرموں کو اپنے زیوروں کی جھنکار بھی نہ سنائیں۔

پس اگر مسلمان اس قدر اہتمام پر بھی پردہ کی مخالفت پر اڑے رہیں اور مسلمانوں کو اپنے غلط اجتہادوں سے گمراہ کرتے رہیں تو انھیں اختیار ہے۔

و سیعلم الذین ظلموا أي منقلب ینقلبون:

اند کے از غمِ دل گفتم و بس ترسیدم
کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار ست

والسلام

حبیب احمد

حکیم الامت اکیڈمی کا قیام

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کی مرمت اور تجدید وتوسیع کرانے کے بعد اس کو فی الحال حضرت تھانویؒ کے علوم ومعارف کے مرکز کی حیثیت دی جارہی ہے، حکیم الامت اکیڈمی کے مستقل قیام کے لئے حضرت تھانویؒ کے وقف کردہ تکیہ (باغ اشرف) سے متصل وسیع اراضی پر اکیڈمی کی تعمیر کا ارادہ ہے جس میں حضرت تھانویؒ کی گراں قدر تصنیفات وتالیفات کو لائبریری کی شکل میں محفوظ کیا جائے گا، حضرت سے متعلق عربی، انگریزی، اردو کے علاوہ دیگر زبانوں میں ہونے والے کاموں کو اکھٹا کئے جانے کا بھی عزم ہے، اس کے علاوہ یہاں حضرت حکیم الامت کی شخصیت پر کام کرنے والوں کے لئے قیام وطعام کی سہولتیں بھی فراہم ہوں گی۔

بفضلہ تعالیٰ نشر و اشاعت کا سلسلہ فی الحال حضرت کے مکان سے شروع کر دیا گیا ہے۔

سہ ماہی فیضان حکیم الامت کے علاوہ اب تک کئی کتب طبع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اکیڈمی کے جملہ تعلیمی و تعمیری منصوبوں کی عافیت وسہولت سے تکمیل فرمائے اور اس نشر واشاعت کے سلسلہ کو امت کے لئے نفع بخش بنائے۔ آمین

والسلام

Syed Huzaifa Najam Thanwi

HAKEEMUL UMMAT ACADEMY
Thana Bhawan- 247777, Distt. Shamli, U.P.
Mobile: 9568780000 | 9675780000
email: hakeemulummatacademy@gmail.com